www.KitaboSunnat.com

وِلادت

آپ ۱۹۵۰ء کو ضلع سرگودھا تحصیل بھلوال کے ایک گاؤں عالم والا میں پیدا ہوئے۔

اِبتدائی تعلیم

آپ نے اِبتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں عالم والا میں حاصل کی۔ اس کے بعد قرآن کریم حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا تو مرولہ میں داخلہ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تقریباً اَڑھائی سال کے عرصہ میں قاری محمد متاع صاحب سے قرآن پاک حفظ کرلیا۔ تکمیل حفظ قرآن کے پروگرام میں آپ کے والدمحترم میاں اللہ داد صاحب تشریف لائے۔ انتہائی خوشی ومسرت کا اِظہار کرتے ہوئے حسب توفیق طلباء کی دعوت کی اور اَساتذہ کرام کی مالی خدمت کی۔

علم تجوید کی تکمیل

۲۱/اپریل ۱۹۷۱ء میں جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو سے اُستاذ القراء قاری محمد اَمیر صاحب سے علم تجوید کی تکمیل کی اور سندِ فراغت حاصل کی اس کے بعد اُستاذ القراء قاری عبدالقیوم صدیقی صاحب اور استاذ القراء قاری عبدالوھاب مکی صاحب سے اس فن میں اِستفادہ کیا۔

تدریس کا آغاز

آپ نے قاری محمد حیات صاحب کی معرفت رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور میں تدریس کا آغاز کیا۔

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل

آپ نے شیخ القراء والمجودین قاری اظہار احمد تھانوی رحمہ اللہ کے پاس قراءاتِ سبعہ میں داخلہ لے لیا۔ اس طرح درسِ نظامی اور قراءاتِ سبعہ کے اَسباق ساتھ ساتھ چلتے رہے۔

اِمامت وخطابت

اسی دوران ۱۹۷۶ء میں جامع مسجد کریمیہ حسن پارک بلال گنج لاہور میں حضرت حاجی محمد علی صاحب کے فرمان کے مطابق اِمامت وخطابت کی خدمات سراَنجام دینا شروع کردیں۔ ۷/نومبر ۱۹۷۶ء میں قراءاتِ سبعہ کی تکمیل کی۔

درسِ نظامی کی تکمیل

آپ نے اپنے استاذ محترم حضرت حاجی محمد علی صاحب کی معرفت جامعہ رضویہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث حضرت غلام رسول رضوی صاحب رحمہ اللہ کے پاس دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا اور ۲۷/جنوری ۱۹۸۰ء میں دورہ حدیث شریف مکمل کرکے جامعہ رضویہ فیصل آباد سے سند فراغت حاصل کی۔ اسی طرح آپ نے چوٹی کے علماء اہل سنت وجماعت سے علوم دینیہ حاصل کئے۔

دوبارہ تدریس کا آغاز

قراءاتِ عشرہ اور درسِ نظامی پڑھنے کے بعد اپنے اُستاذ حضرت مولانا محمد علی صاحب کے حکم پر جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج میں شعبہ تجوید وقراءات کی تدریس شروع کی اور تقریباً تین سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ کریمیہ سدیدیہ کا آغاز

۱۹۸۴ء میں انجمن جامع مسجد کریمیہ نے اِصرار کیا کہ آپ جامعہ رسولیہ شیرازیہ کی بجائے یہاں پر مدرسہ قائم کریں ہم ہرطرح آپ کے ساتھ تعاون کریں گے تو اُن کے مسلسل اصرار پر آپ نے اپنے اُستاذ محترم حضرت حاجی محمد علی صاحب سے اِجازت طلب کی تو اُنہوں نے آپ کو بخوشی اِجازت عنایت فرما دی اس طرح ۱۹۸۴ء میں جامعہ کریمیہ سدیدیہ کا باقاعدہ آغاز کیا اور اُسی سال مقامی طلباء کے علاوہ ۳۰ مسافر طلباء نے داخلہ لیا اور حُسن اتفاق سے پہلے سال ہی خواجہ غلام سدید الدین صاحب رحمہ اللہ تشریف لائے اور اپنے دو پوتے صاحبزادہ حافظ معظم الحق صاحب اور صاحبزادہ حافظ شمس الحق صاحب کو سبعہ تجوید وقراءات میں داخل کروایا۔حضرت خواجہ صاحب نے پہلے دو رکعت نفل اَدا کئے۔اُس کے بعد مدرسہ ہذا کی کامیابی و کامرانی اور ترقی کے لیے خصوصی دعا فرمائی، جامعہ کریمیہ کے ساتھ سدیدیہ کا لفظ آپ ہی کی نسبت کی وجہ سے ہے۔ جامعہ ہذا میں شعبہ حفظ و ناظرہ کے علاوہ تجوید وقراءات ،قراءاتِ عشرہ اور اِبتدائی درسِ نظامی کے شعبہ جات قائم ہیں۔ جامعہ ہذا علمی میدان میں ترقی کی منازل طے کررہا ہے۔

جامعہ معظمیہ للبنات کا قیام

حضرت قاری صاحب نے جامعہ کریمیہ سدیدیہ للبنات حال ہی میں قائم کیا ہے جو آپ کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔اس اِدارہ میں شعبہ حفظ و ناظرہ تجوید وقراءات اور درسِ نظامی کے شعبہ جات قائم ہیں۔

اَولاد

آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں ہیں۔

صاحبزادگان کے اسماء:

① حضرت قاری محمد عبداللہ ثاقب ② محمد عبدالرحمٰن
③ حافظ محمد طاہر ④ حافظ محمد طیب

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے چند مشہور درج ذیل ہیں:

① حضرت قاری محمد طیب ② حضرت قاری محمد عبداللہ ثاقب
③ ڈاکٹر قاری محمد مظفر ④ قاری محمد سلیم چشتی
⑤ قاری خدا بخش بصری ⑥ قاری اعجاز حسین قادری
⑦ قاری امجد اقبال مظہری ⑧ قاری محمد سیف اللہ سیفی
⑨ قاری محمد عثمان ⑩ قاری محمد یعقوب

تصانیف

آپ نے ایک کتاب 'القول السدید فی علم التجوید' تحریر کی ہے، جو اگرچہ ابتدائی ہے مگر بہت جامع،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عام فہم اور ترتیب کے لحاظ سے بہت عمدہ ہے، تجوید کے طلباء اور شائقین کے لیے بہترین تحفہ ہے۔

اُستاذ القراء قاری محمد کرامت اللہ نقشبندی

نام ونسب

آپ کا نام محمد کرامت اللہ اور والد کا نام حاجی عطا محمد ہے۔ آپ کا تعلق اعوان قبیلہ سے ہے۔

وِلادت

۱۹۶۱ء کو چک ۲۱ رشمالی تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔

حصول تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی، ناظرہ قرآن مجید سے فراغت پائی اور کئی بزرگوں سے کسب فیض کیا ہے۔

تکمیل حفظ القرآن

اُستاذ الحفاظ قاری محمد یوسف صاحب سے جامعہ مقبولیہ نقشبندیہ گاؤں للہ شریف تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم میں حفظ قرآن مکمل کیا۔

تجوید وقراءات کی تکمیل

آپ نے تجوید وقراءات کا علم شیخ القراء والمجودین قاری محمد یوسف صدیقی صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور سے حاصل کیا۔

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل

قراءاتِ سبعہ کی تکمیل استاذ القراء والمجودین قاری مظفر حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور سے کی۔

قراءاتِ ثلاثہ کی تکمیل

قراءاتِ ثلاثہ کی تکمیل استاذ القراء والمجودین قاری حسن شاہ بخاری صاحب رحمہ اللہ سے جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور سے کی۔

درس نظامی

آپ نے درس نظامی کی تعلیم جامعہ نعمانیہ اندرون ٹیکسالی گیٹ لاہور میں درج ذیل اساتذہ کی زیر نگرانی حاصل کی۔

① شیخ الحدیث علامہ قاضی ارشاد الٰہی عصامی صاحب رحمہ اللہ ② علامہ مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳ علامہ مفتی عبداللطیف جلالی صاحب رحمہ اللہ

تدریسی خدمات

آپ نے فراغت کے بعد ۱۹۸۰ء سے لے کر ۱۹۹۶ء تک عرصہ ۱۶ سال تک جامعہ صدیقیہ سراج العلوم بیرون مستی گیٹ لاہور میں اپنے استاذ محترم شیخ القراء والمجودین قاری محمد یوسف صدیقی صاحب رحمہ اللہ کی موجودگی میں اُن کے زِیرسایہ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔فرسٹ ٹائم آپ جامعہ صدیقیہ سراج العلوم میں پڑھانے اور سیکنڈ ٹائم جامعہ جماعتیہ حیات القرآن پاپڑ منڈی لاہور میں پڑھاتے۔۱۹۸۲ء سے لے کر تا حال آپ اسی مدرسہ میں سیکنڈ ٹائم پڑھا رہے ہیں اور آج کل فرسٹ ٹائم آپ جامعہ خورشیدیہ قادریہ اقبال پارک بالمقابل گیٹ نمبر۳ متصل لاری اڈا لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مدرسہ کا قیام

آپ نے ایک مدرسہ بھی قائم کیا ہے جس کا نام جامعہ عربیہ اسلامیہ کرامت العلوم (برائے طالبات) شاہدرہ لاہور میں واقع ہے جس کی آپ سرپرستی فرما رہے ہیں۔

امامت وخطابت

کوتوالی پولیس لائن نزد لنڈا بازار کی جامع مسجد میں سرکاری طور پر امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

شخصی اَحوال

آپ کا قد درمیانہ ہے اور آپ باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔مضبوط حافظ،بہترین قاری اور بہترین مدرس ہیں اورحق گو انسان ہیں۔آپ بہت غیور ہیں،سادگی اور عاجزی آپ کا شیوہ ہے۔آپ ہمیشہ اپنے شاگردوں میں تعلیم کا شوق پیدا کرتے ہیں اور اہل علم احباب کی بہت قدر کرتے ہیں۔ جہاندیدہ اور خوش طبع انسان ہیں آپ کا شمار مسلک اہل سنت و جماعت حنفی بریلوی کے تجوید وقراءات کے ماہر اور نامور اساتذہ میں ہوتا ہے۔

اَندازِ تدریس

حضرت قاری صاحب کا انداز تدریس بہت خوبصورت ہے۔کتب پڑھانے کا انداز بہت جامع اور عام فہم ہوتا ہے کہ کم صلاحیت رکھنے والے طلباء بھی بہت جلد اور آسانی سے سبق کو سمجھ جاتے ہیں۔طلباء کی مشق پر توجہ فرماتے ہیں مگر بالخصوص حدر پر خصوصی توجہ فرماتے ہیں۔جتنی توجہ حضرت قاری صاحب طلباء کی حدر پر دیتے ہیں۔ بہت کم اساتذہ اتنی توجہ دیتے ہیں۔ حدر کے دوران طلباء کی ہر ادا پر توجہ رکھتے ہیں۔طلباء کو تجوید کے مطابق قرآن پاک پڑھنے کی بہت سختی کے ساتھ تاکید فرماتے ہیں۔ بے شمار مساجد و مدارس میں آپ کے شاگرد دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔جن کے پڑھنے پڑھانے میں ان کے استاذ محترم کے فن کی جھلک نظر آتی ہے۔

اَولاد

آپ کے دو صاحبزادے محمد احسان اللہ اور محمد کلیم اللہ ہیں اور سات صاحبزادیاں ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔مگر چند ایک درج ذیل ہیں:

① قاری فقیر احمد چشتی لاہور
② قاری خدا بخش بصری لاہور
③ قاری غلام مصطفیٰ
④ قاری محمد اعجاز سیالوی
⑤ قاری محمد عادل نقشبندی
⑥ قاری محمد رمضان نقشبندی
⑦ قاری محمد یاسر انگلینڈ
⑧ قاری محمد عامر خان انگلینڈ
⑨ قاری محمد اکبر لاہور
⑩ قاری محمد زبیر
⑪ قاری محمد اعظم وٹو

تصنیفی خدمات

آپ کی ایک تصنیف 'برکاتِ حرمین فی احکام التجوید' زیر طبع ہے۔

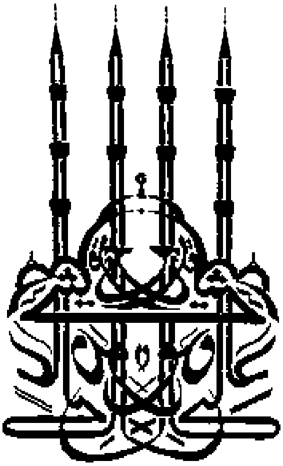

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر محمود الحسن عارف☆

پانی پت میں علم القراءت

'علم تجوید وقراءات' پاکستان میں چار سلسلہ ہائے سند سے منتقل ہوا ہے، جن میں خصوصاً پانی پت کے مشائخ قراءات (شیخ القراء قاری محی الاسلام عثمانی پانی پتی، شیخ القراء قاری فتح محمد اعمی، شیخ القراء قاری رحیم بخش، شیخ القراء قاری طاہر رحیمی وغیرہ) نے جس طرح تدریس وتحریر کے ذریعے اُردو طبقہ میں اس علم کو منتقل کیا وہ پاکستان کی علمی تاریخ میں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ماہنامہ رُشد کے صفحات میں اس سے قبل مختلف فقہی مکاتب فکر میں تجوید وقراءات کی نمائندہ شخصیات کا تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔ پانی پتی سلسلہ تجوید وقراءات اگرچہ علیحدہ سے کوئی مستقل فقہی مکتب فکر نہیں لیکن ان کی جلیل القدر خدمات کی بنیاد پر ماضی بعید سے ہی ان کا ایک منفرد اور مستقل مقام موجود ہے۔ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے انہی امور کے پیش نظر مشائخ پانی پت کی خدمات تجوید وقراءات کو زیر نظر مضمون میں موضوع بحث بنایا ہے۔ ان کا یہ مضمون اس سے قبل ماہنامہ الحسن، لاہور میں شائع ہوچکا ہے، جسے معمولی قطع وبرید کے بعد دوبارہ رُشد کے صفحات کی زینت بنایا جارہا ہے۔

اس سلسلہ کے مشائخ قراءات کی خدماتِ جلیلہ کو موضوع بحث بناتے ہوئے ڈاکٹر قاری محمد طاہر، مدیر ماہنامہ التّجوید نے بھی 'پاکستان میں عصری اور پانی پتی مکتبہ فکر ...... ایک تعارف' کے عنوان سے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ 'پاکستان میں علم تجوید وقراءات ...... ماضی، حال، مستقبل' سے انتخاب فرما کر ہمیں ایک مضمون ارسال فرمایا تھا لیکن مجلّہ کی ضخامت کے پیش نظر ہم اسے شائع نہیں کررہے۔ شائقین اس مضمون کو ادارہ کی ویب سائٹ www.Kitabosunnat.com پر مطالعہ کرسکتے ہیں۔ [ادارہ]

اِسلام دین رحمت ہے، یہ دین جہاں جہاں پہنچا، وہاں وہاں علم وفکر کی روشنی اور اَبدی مسرتوں کا پیغام بھی ساتھ گیا اور دُکھوں اور پریشانیوں میں مبتلا اِنسانیت نے سکھ کا سانس لیا:

اللہ اے حسن دوست کی آئینہ داریاں   اہل نظر کو نقش بہ دیوار کر دیا
(جوش)

علم وفکر اور عقل ودانش کی یہی رُوشنی ہندوستان میں بھی پہنچی اور اس کی تابانیوں سے مندروں اور جہالتوں کی اس سرزمین کے سارے گوشے جگمگا اُٹھے اور ایک ایک قریہ اِس کے جلووں سے دمکنے لگا۔ آج ہماری گفتگو کا موضوع اور محور پانی پت یعنی سرزمین ہند کا ایک اَیسا قریہ ہے، جو قرآن کریم کی تعلیم وتدریس کے سبب، دنیائے علم ودانش کا چندے آفتاب وچندے ماہتاب بنا اور اس مادرِعلمی کے سلسلے میں نکلنے والے فرزند دنیا بھر میں تعلیم وتدریس قرآن کی

☆ صدر شعبہ اُردو دائرۃ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدمت میں جریدہ عالم پر اپنی بقا کی تحریریں ثبت کر رہے ہیں یعنی:

ثبت اَست بر جریدۂ عالم دوام ما

تاریخ ہند میں جو بھی خوفناک جنگیں لڑی گئیں، اُن کا مرکز بھی یہی شہر اور اس کا مضافاتی علاقہ رہا۔ بھارت کی تاریخ قدیم کی سب سے خوفناک جنگ کوروں اور پانڈوں کی لڑائی ہے جو اسی کے آس پاس کے میدانوں میں لڑی گئی......جس میں لاکھوں انسان تہہ تیغ ہوئے۔ مسلم عہد میں چھوٹی موٹی کئی جنگوں کے علاوہ سلطان ابراہیم لودھی اور سلطان ظہیر الدین بابر کے مابین ۹۳۴/۱۰۲۶ء میں گھمسان کا معرکہ اسی میدان میں لڑا گیا۔ جس نے اگلی تین صدیوں تک کے لئے ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ مغلوں کے حق میں لکھ دیا۔[محمد میاں: پانی پت اور بزرگان پانی:۳،۴]

سلطان جلال الدین اکبر کے عہد حکومت میں (۹۶۴/۱۵۵۶ء) ایک بار پھر، یہیں بساط جنگ بچھی، اس بار مغلیہ تاجدار کے بالمقابل نامور ہندو جرنیل ہیمو بقال تھا۔ اِس مرتبہ بھی پانی پت کی سرزمین نے جلال الدین اکبر کے حق میں عزت واقتدار کا اور ہیمو بقال کے حق میں ذِلت وشکست کا فیصلہ لکھا۔اس جنگ میں بھی یہ سرزمین لاکھوں اِنسانوں کے خون سے سیراب ہوئی۔

تیسری بار یہ سرزمین اِس وقت شہیدوں اور مقتولوں کے لہو سے لالہ زار بنی جب ۱۱۷۵ھ/۱۷۶۱ء میں پانی پت کی آخری، مگر سب سے خوفناک جنگ لڑی گئی، جس میں مردِ مجاہد اَحمد شاہ اَبدالی کے مدمقابل مرہٹہ کا ٹڈی دل تھا...... اس جنگ میں بھی، میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔[محمود الحسن عارف، تذکرہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پت]

تعلیم وتدریس قرآن کے مراکز

ان مادی اور گوشت پرست کی معرکہ آرائیوں کے ساتھ ساتھ، پانی پت کے انہی میدانوں میں شیطانی اور طاغوتی قوتوں کے خلاف بھی معرکہ آرائیاں جاری رہیں۔ جن کا سلسلہ اُسی وقت شروع ہوگیا جب پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں صدی عیسوی میں کئی مسلم خاندانوں کے قافلے اس سرزمین پر اُترے اور انہوں نے اس شہر کی آب وہوا کو موافق پاکر، یہاں ڈیرے ڈال دیئے۔ جن کا سلسلہ اب تک جاری رہا۔

یوں تو اس مردمِ خیز شہر سے شاہ بوعلی قلندر (م۷۲۴/۱۳۲۳ء)، شیخ شمس الدین ترک شاہ ولایت (م۷۱۵/۱۳۱۵ء) مخدوم الہند، شیخ جلال الدین میر الاولیا عثمانی جیسے شہرۂ آفاق صوفی، قاضی، محمد ثناء اللہ پانی پتی (م۱۲۲۵ھ، ۱۸۱۰ء) اور قاری عبد الرحمان انصاری پانی پتی جیسے محدث، علامہ اَلطاف حسین حالی اور نواب شاکر الدولہ جیسے اَدیب اور عبد الرحمٰن کازرونی اور نواب لطف اللہ صادق تیمور جنگ سے مجاہد اور غازی پیدا ہوئے، لیکن اس کی شہرت کو چار چاند قراء اور حفاظ کی اس جماعت نے لگائے، جنہوں نے اس شہر میں تعلیم وتدریس قرآن کی ایک نئی روایت کی طرح ڈالی اور اس کو اکناف واقصائے عالم تک پہنچایا۔

فن تجوید وقرآن کی اِبتداء

یوں تو مسلمان جب سے، اس شہر میں وارد ہوئے (پانچویں صدی ہجری/ گیارہویں صدی عیسوی) اسی وقت سے یہ شہر علم وعرفان کا مرکز رہا، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی جب پیدا (۱۱۴۳ھ/۱۷۴۰ء) ہوئے، تو اسی شہر نے انہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی تعلیم وتربیت مہیا کی۔[ایضاً]

شعبان ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں جب حکیم عبدالحی مرحوم نے پانی پت کا سفر کیا تو وہاں ۱۱۴/مساجد، آٹھ سے زیادہ حفاظ اور تدریس قراءات کے متعدد مدرسے موجود تھے۔[حکیم عبدالحی، دہلی اور اس کے اطراف:۵۸]

پھر کر نگاہ چار سوٹھہری اسی کے رو برو　　اسی نے تو میری چشم کو قبلہ نما بنا دیا

یہاں تدریس قرآن کے حوالے سے جو ایک تحریک پیدا ہوئی اسے اپنے اَثرات کے اِعتبار سے پانچ اَدوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔تفصیل اس طرح ہے۔

دورِ اوّل ......دورِ تاسیس

قاری مصلح الدین عباسی پانی پت میں اس رِوایت کے موسس ہونے کا شرف رکھتے ہیں، انہیں یہ منزل مدینہ منورہ سے ملی، قاری عباسی صاحب مدینہ منورہ کیسے پہنچے؟ اس کا سبب محض ایک اتفاق ہے ۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مدین پہنچنے کے واقعے سے بڑی مماثلت رکھتا ہے۔ اور اگر دنیا کی علمی، سیاسی اور معاشی تاریخ پر نظر ڈالی جائے ، تو اکثر وبیشتر ،اتفاقی حوادث ہی بڑے بڑے واقعات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے ہیں۔

قاری صاحب کے زمانے میں پانی پت میں شب معراج کے موقع پر آتش بازی کے مقابلے ہوتے تھے، قاری مصلح الدین عباسی بھی آتش بازی کے اِن مقابلوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ایک بار اَیسا ہوا کہ ان کے ہاتھ سے ایک شخص مہلک طور پر زخمی ہو گیا۔قاری صاحب اس سے اِتنے خائف ہوئے کہ وہ کسی نہ کسی طرح چھپتے چھپاتے حجاز مقدس پہنچ گئے ، وہاں ایک نوجوان محمد نسیم رام پوری سے ملاقات ہوئی۔ دونوں نے فیصلہ کیا کہ اس آمد کو بامقصد بنانا چاہیے ، چنانچہ انہوں نے شیخ القراء قاری عبید اللہ مدنی سے قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔قاری عباسی اگر چہ بچپن میں قرآن حکیم حفظ کر چکے تھے ، لیکن فن تجوید وقراء ات سے نا آشنا تھے'' الغرض انہوں نے ۱۵/سالوں میں سبقاً پورے قرآن کریم کو قاری عبید اللہ مدنی سے پڑھا۔ پھر جب اپنے مضمون پر حاوی ہو گئے تو وطن واپس لوٹے اور پانی پت میں قرآن کریم کی تعلیم وتدریس شروع کر دی۔ آپ کی تعلیم وتربیت مروّجہ طریقہ سے ہٹ کر تھی، اس لیے آپ سے بہت تھوڑے لوگوں نے فیضان حاصل کیا، جو لوگ آپ سے فیض یاب ہوئے ان میں ان کے بیٹے قاری عبید اللہ المعروف قاری لالہ اور ان کی صاحبزادی فضیلۃ النساء عرف بی بی کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔

آپ کے دوسرے شاگردوں میں حافظ محمد زبیر پانی پتی (۱۱۸۰ھ، ۶۶-۱۷۶۷ء، ۱۲۵۷ء، ۱۸۴۱ء) قاری قادر بخش پانی پتی کے چھوٹے بھائی اور قاری عبد الرحمٰن محدث کے والد (پیدائش ۱۱۹۷ھ) حافظ اِکرام اللہ انصاری ، پانی پت کے ایک ذی وجاہت زمیندار (م ۱۱۹۹-۱۲۰۰ھ/۱۷۸۵ء) قاری احمد اَنصاری پانی پتی (م ۱۲۰۰ھ/۱۲۸۰ء) وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔

یہاں ایک دلچسپ واقعہ کا تذکرہ مناسب ہوگا ، قاری صاحب کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ قاری مصلح الدین عباسی رحمہ اللہ ایک مرتبہ اپنے صاحبزادے ،قاری لالہ کے ہمراہ اپنے دوست قاری محمد نسیم رام پوری سے ملنے کے لئے رامپور گئے۔تو قاری نسیم رام پوری رحمہ اللہ نے پوچھا، اجی حضرت یہ تو فرمایئے کہ مدینہ منورہ سے واپسی کے بعد، پانی پت میں قرآن کی کتنی خدمت کی؟ قاری مصلح الدین رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے اس عرصے میں آپ کے بھتیجے (قاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لالہ) اور اس کی بہن (فضیلۃ النساء) اور اس کے علاوہ پانچ سات آدمیوں کو قراءت سکھائی ہے۔ یہ سن کر قاری نسیم بولے، افسوس تو نے اپنی عمر بے کار ضائع کر دی میں تو اس عرصے میں صدلوگوں کو قرآن پڑھا چکا ہوں۔ یہ الفاظ سن کر قاری مصلح الدین رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

اگلے دن قاری نسیم رام پوری رحمہ اللہ نے رامپور کے معززین کو مدعو کیا۔ جب وہ آ گئے تو اپنے دوست قاری مصلح الدین رحمہ اللہ کا تعارف کرایا۔ ان کے صاحبزادے قاری لالہ سے کہا، برخوردار کوئی رکوع سناؤ، تاکہ تمہارے والد کی محنت کا اندازہ ہو سکے۔ قاری لالہ نے تلاوت شروع کی تو حاضرین پر وجد کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب وہ تلاوت ختم کر چکے تو قاری نسیم اٹھے، قاری لالہ کو اپنے سینے سے لگایا اور فرمایا: میرا اب تک یہ خیال تھا کہ میں نے قرآن کی بہت خدمت کی ہے، لیکن اب قاری لالہ کی تلاوت سن کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ قرآن کی اصل خدمت تو قاری مصلح الدین عباسی نے کی ہے، میں نے تو اپنی تمام عمر ضائع کر دی۔ میرے صد شاگردوں میں سے مجھ جیسا پڑھنے والا، ایک بھی نہیں اس کے برعکس، قاری مصلح الدین عباسی رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے، قاری لالہ موسی رحمہ اللہ کو ایسا پڑھایا کہ وہ ہم دونوں پر سبقت لے گیا۔

دوسرا دور......قاری لالہ کی خدمات

قاری مصلح الدین عباسی ...... پانی پتی کی اس روایت کے بانی او رمؤسس ضرور ہیں، لیکن اس روایت اور اس اُسلوب کی اِشاعت کا شرف ان کے صاحبزادے، قاری لالہ رحمہ اللہ کو حاصل ہوا، ان کے والد محترم چونکہ ان کے اُستاد اور مربی بھی تھے۔ اس لیے انہوں نے اپنے اس نوجوان صاحبزادے کی تعلیم وتربیت کچھ اس اَنداز سے کی، کہ وہ آئندہ دور میں شیخ القراء بنے اور ان کی شہرت نے پورے ہندوستان کو متاثر کیا۔

ان کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ پندرہ برس کی عمر تک رُوزانہ ان کے گلے پر جلوہ باندھا جاتا تھا، اور بیس سال کی عمر تک ان کے لئے ہر قسم کی ترش اَشیاء ممنوع تھیں۔ حتیٰ کہ میٹھے آم بھی، ان کے والد محترم چکھے بغیر ان کو نہ کھانے دیتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کے والد محترم نے انہیں کشتی، پٹہ، بنوٹ، تیر اَندازی، گھڑ سواری اور دوسری مردانہ کھیلوں اور جسمانی ریاضتوں کی بھی خوب مشق کروائی۔ (دینی مدارس کے طلبہ اور اَساتذہ کے لئے یہ واقعہ بہت اَہمیت کا حامل ہے۔ اس دور میں اکیلے قاری لالہ ہی نہیں۔ اکثر علماء اور فقہاء مجاہدانہ ریاضتوں کے وصف سے متصف تھے۔ سید اَحمد شہید اور شاہ اِسماعیل شہید قدس سرہ کی جسمانی ریاضتوں کے واقعات سے کون نابلد ہے۔ ہمارے دینی مدارس کو اس طرف خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔)

جس کے نتیجے میں ان کی آواز میں اتنا سوز اور اتنی عمدگی پیدا ہو گئی کہ جب وہ تلاوت فرماتے تو در و دیوار پر بھی ایک کیفیت طاری ہو جاتی، انہوں نے ۱۲۶۰ھ کو بھوپال میں انتقال فرمایا۔

تیسرا دور

پانی پتی اَنداز تدریس کے اس دور میں جن بزرگوں نے خدمات اَنجام دیں، ان میں قاری نجیب اللہ عثمانی اَنصاری، قاری قادر بخش انصاری، قاری کبیر الدین، قاری عبدالرحمٰن انصاری محدث پانی پتی اور قاری محمد پانی پتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاری نجیب اللہ عثمانی رحمہ اللہ شیخ القراء قاری خدا بخش رحمہ اللہ کے نواسے اور حافظہ رحیم النساء رحمہ اللہ کے صاحبزادے تھے، یعنی ان کی والدہ اور ان کے نانا دونوں پانی پت کی اس روایت کے گلِ گلستان تھے۔ اس لیے وہ اس روایت کے امین اور وارث بنے۔ اُنہوں نے اس علم کو گود سے سیکھا اور لحد تک جاری رکھا۔ وہ اپنے نانا قاری قادر بخش کی جگہ قلعہ معلیٰ میں جانشین بنے اور دہلی میں ۱۳۱۰ھ میں اِنتقال فرمایا۔

تیسرے دور میں تعلیمی اور تدریسی خدمات اَنجام دینے والوں میں دوسرا نام قاری کبیر الدین رحمہ اللہ کا ہے جو کہ کرنال میں ۱۲۲۰ھ/۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں پانی پت آ گئے۔ قادر بخش نے جوہر قابل دیکھ کر، ان کی تعلیم وتربیت پر خصوصی توجہ دی اور انہیں اپنے ساتھ قلعہ معلیٰ لے گئے، انہوں نے بارہ برس مفردات کی مشق کرائی یہی وجہ تھی کہ آپ نے تجوید میں اِمامت کا درجہ اور مقام حاصل کیا اور ۱۳۰۶ھ میں اِنتقال فرمایا۔

اسی دور میں تیسرا نام شیخ القراء مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتی رحمہ اللہ کا ہے، جو قراءت وتجوید کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ علم التفسیر اور علم الحدیث میں بھی مقتدائے عوام وخواص تھے، ان کی پیدائش ۱۲۲۷ھ میں پانی پت میں ہوئی۔ اُنہوں نے نو سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے مولوی رشید الدین خان اور مولانا مملوک علی نانوتوی سے علوم عربیہ، منطق، فقہ، بیان، اصول اور ریاضت پڑھے اور امام الدین نقشبندی امروہی سے شعبہ قراءات میں باقاعدہ جمع الجمع طریقے سے تلاوت فرماتے، انہیں نحو، قراءات اور تفسیر وغیرہ میں ممتاز درجہ حاصل تھا۔ جب آپ تلاوت فرماتے، تو سامعین پر عجب محویت طاری ہو جاتی، آپ کا طرز بیاں اس قدر سادہ اور عام فہم تھا کہ دس برس کے بچے بھی مضمون کو آسانی سے سمجھ لیتے تھے۔

علوم اِسلامیہ کی تعلیم وتدریس کے علاوہ نماز مغرب اور عشاء کے درمیان تجوید اور روایت حفص کی تعلیم دیتے، اس طرح اُنہوں نے کم وبیش ساٹھ برس تک درس قرآن کا وعظ فرمایا۔ عورتوں کی دینی تعلیم اور شرعی مسائل میں رہنمائی کے لئے مکان کے ایک حصے میں ہر وقت پردہ پڑا رہتا جس کے پیچھے بیٹھ کر عورتیں مسائل دریافت کیا کرتیں۔ مولانا اَلطاف حسین حالی نے ان کے مواعظ کی بڑی تعریف کی ہے۔ (اس مضمون کی تیاری میں خصوصی طور پر اردو ڈائجسٹ میں شائع ہونے والے مضمون قاریوں اور درویشوں کا شہر پانی پت، سے مدد لی گئی ہے۔)

چوتھا دَور

پانی پت رِوایت اور اُسلوب تدریس کا چوتھا دور قیام پاکستان ۱۹۴۷ء تک جاری رہا، اس دور میں پانی پت کی روایت اور وہاں کا اسلوب تدریس، ہندوستان کے بہت سے علاقوں میں پھیل گیا اور اس اسلوب تدریس اور اَنداز تلاوت کو دوسروں سے متمیز کیا جانے لگا۔ اس دَور میں جن لوگوں نے تدریسی اور تعلیمی خدمات اَنجام دیں ان میں قاری عبد الرحمٰن رحمہ اللہ، مولوی عبد السلام انصاری رحمہ اللہ (م ۱۳۳۶ھ) قاری عبد العلیم انصاری رحمہ اللہ (م ۱۳۳۸ھ/۱۹۹۱ء)، مولانا قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی اور قاری حافظ محمد اسماعیل پانی پتی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

قاری حافظ عبد الرحمٰن اعمی رحمہ اللہ، جنہیں شیخ الفرقان ثانی بھی کہا جاتا ہے، ۱۲۲۰ھ/۱۸۴۶ء میں موضع مابڑی ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں کسی طرح پانی پت پہنچ گئے۔ ان کی بے چارگی دیکھ کر قاری نجیب اللہ عثمانی نے ان کی سرپرستی کی اور بڑی محنت اور توجہ سے قرآن پڑھایا۔ قاری عبد الرحمان محدث سے قرآن پڑھا اور سبعہ قراءت

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیکھیں۔ اس فن میں مزید مہارت کے لئے عرب کا بھی سفر اختیار کیا۔ انہیں مشہور کتب فنون اس خوبی کے ساتھ یاد تھیں کہ کتاب کا صفحہ اور باب تک بتا دیتے تھے۔ بہت سی کتابوں کا ذخیرہ ان کے پاس جمع رہتا تھا۔ انھوں نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں ۶۵ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

اس دور کے بڑے قاری مولوی عبد السلام انصاری رحمہ اللہ ہیں جو قاری عبد الرحمان محدث کے تیسرے صاحبزادے تھے ۱۲۷۴ھ میں ولادت ہوئی اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء میں انتقال فرمایا۔ اپنے والد محترم قاری عبد الرحمان محدث کے شاگرد اور ان کے جانشین تھے۔ بہت سے لوگوں کو اپنا علمی فیضان منتقل کیا۔

اس دور کا تیسرا نام قاری عبد الحلیم انصاری رحمہ اللہ کا ہے، ولادت ۱۲۸۴ھ/ ۱۸۷۶ء میں اور وفات نواح ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا۔ قراءت وتجوید میں مہارت تامہ حاصل کر کے دہلی کے حکیم حاذق الملک حکیم اجمل خان سے طب سیکھی۔ صبح کو مطب کرتے اور پھر سارا دن طلبہ کو قرآن پڑھاتے۔ اُنہوں نے ۵۴ برس کی عمر میں انتقال کیا۔

اس دَور کا سب سے معروف اور قابل ذکر نام قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی رحمہ اللہ کا ہے ان کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابو محمد محی الاسلام بن قاضی محمد مفتاح الاسلام بن مولوی محمد بدر الاسلام۔ وہ پانی پت میں (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) میں پیدا ہوئے۔

آپ نے قاری عبد الرحمٰن اَعمی سے قرآن حفظ کیا اور کئی علمائے کرام سے تحصیل علم کی۔ ان کی نبی اکرم ﷺ تک سند مکمل طور پر چھپ گئی ہے۔ عمر کے ۷۰/ برس انہوں نے پانی پت میں بسر کیے۔ بعد میں وہ اوکاڑہ میں مقیم ہو گئے، یہیں انہوں نے (۱۳۷۳ھ/۱۹۵۲ء،۱۹۵۳ء) میں اِنتقال فرمایا۔

قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی کی خدمات کی فہرست بہت طویل ہے۔ جن میں قراءتِ عشرہ کی برسہا برس تک تدریس کے علاوہ مشہور تفسیر، تفسیر مظہری کی طباعت، بھی شامل ہے۔ قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی ہی نے اس کا مکمل متن تیار کیا اور اس کی چند جلدیں مکمل کر کے شائع کیں۔ (اس کے حواشی 'خصوصا' قراءاتِ عشرہ کے اعتبار سے تفسیر پر نظر ثانی اہم کام بھی قاری صاحب نے ہی مکمل کیا۔)

پانچواں دور قیام پاکستان کے بعد کی صورت حال

۱۹۴۷ء میں جب ملک تقسیم ہوا تو پانی پت سے بھی ہزاروں خاندان نقل مکانی کر کے پاکستان آ گئے۔ مہاجرین کے ان قافلوں میں بہت سے پانی پت کی روایت کے اَمین قراء اور حفاظ بھی شامل تھے۔ جنھوں نے یہاں آ کر، اسی اَنداز تدریس اور اسی اُسلوب تلاوت کو اپنایا، چونکہ ان کے دلوں میں خلوص اور عمل میں محنت وکاوش کا جذبہ شامل تھا اسی لیے یہاں آ کر اس تحریک کو بہت پذیرائی ملی۔ اس پذیرائی کے پیچھے سب سے زیادہ ہاتھ قاری فتح محمد اَعمی اور ان کے نامور شاگرد قاری رحیم بخش صاحب ملتانی کا ہے۔ اَوّل الذکر قاری ابو محمد محی الاسلام عثمانی پانی پتی کے شاگرد رشید تھے۔ ان کی ولادت پانی پت کے قریب ایک قصبے میں ہوئی۔ بچپن ہی میں کس عارضے کے سبب ان کی بینائی جاتی رہی، لیکن ان کا حافظہ بے حد قوی تھا۔ وصال سے پہلے وہ مدینہ منورہ چلے گئے تھے اور وہیں ان کا اِنتقال ہوا۔

پاکستان میں اس روایت کی اِشاعت اور اس کی مقبولیت کا سہرا قاری رحیم بخش ملتانی کے سر ہے۔ جن کے ذریعے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ روایت بیرون پاکستان پہنچی۔

برصغیر کے عظیم قراء کا تعارف اور ایمان پرور واقعات

تعارف حضرت قاری فتح محمد رحمہ اللہ

آپ کا اِسم مبارک فتح محمد والد کا نام محمد اسماعیل، دادا کا نام اللہ دیا اور پردادا کا نام جناب نور محمد ہے۔ والدہ کا اسم گرامی نعمت بی بی ہے۔ وطن مالوف پانی پت ضلع کرنال ہے حضرت کا تعلق آرائیں برادری اور خاندان سے ہے۔

وِلادت

۱۱ر یا ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ بمطابق ۳۱ر جنوری ۱۹۰۴ء میں اپنے وطن پانی پت کے محلّہ راعیاں عرف اَرائیاں چوڑا کنواں پنچ بستی میں پیدا ہوئے۔ اَبھی ڈیڑھ سال کی عمر ہوئی تھی کہ چیچک نکلنے کے سبب قضاء الٰہی سے نابینا ہو گئے۔ اور حدیث «مَنْ أَذْهَبْتُ كَرِيمَتَيْهِ ثُمَّ صَبَرَ وَاحْتَسَبَ كَانَ ثَوَابُهُ الْجَنَّةَ » [مسند احمد:۱۴۰۵۳] جو شخص اپنی پیاری آنکھوں کی آزمائش میں ڈالا گیا پھر اس نے صبر کیا اور ثواب کی نیت کی اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں داخل فرمائیں گے، کی بشارت کا مستحق قرار پائے۔

حیران کن حافظہ

حضرت موصوف نے اپنے بے نظیر حافظہ اور عطیہ خداوندی سے قرآن مجید اور قراءاتِ سبعہ اور عشرہ کی خدمت واِشاعت کا کام بہت خوب لیا۔ چنانچہ حضرت والا نے بچپن ہی میں حفظ قرآن میں اَیسا کمال حاصل کرلیا تھا کہ اگر کوئی صاحب سوال کرتے کہ بتائیں پورے قرآن مجید میں کل رکوعات کتنے ہیں کل سورتیں کتنی ہیں فلاں حرف قرآن میں کتنی جگہ آیا ہے فلاں متشابہ کتنی جگہ آیا ہے تو آپ فوراً جواب دیتے جس سے سائل حیران رہ جاتا۔ اسی طرح اگر کوئی آپ سے کسی سورۃ ، پارہ یا اور رکوع کو اس کے آخری طرف سے سننا چاہتا تو آپ اِس طرح سنا دیتے کہ سب سے پہلے رکوع یا سورۃ کی آخری آیت پڑھتے پھر اس سے اوپر والی پھر اس سے اوپر والی اسی طرح رکوع اور سورۃ کی شروع والی آیت تک پڑھتے اور پڑھنے میں و لا والی اور بغیر و لا والی، تمام آیات کی ترتیب کا پورا لحاظ رکھتے غرض یہ کہ جس طرح کسی رکوع یا سورۃ کو شروع کی طرف سے بلا تکلف پڑھتے تھے اسی طرح آخر کی طرف سے پڑھنے میں بھی آپ کوئی مشکل پیش نہ آتی ، بعد میں آپ کو شیخ قاری شیر محمد خان رحمہ اللہ نے اس طرح پڑھنے سے منع فرما دیا تھا۔

تجوید وقراءات میں آپ کا مقام ومرتبہ

۱۳۶۵ھ میں پہلے حج کے موقع پر مدینہ منورہ کے قیام کے زمانہ میں شیخ القراء مدینہ حضرت الشیخ مولانا قاری محمد حسن الشاعر مصری ثم المدنی سے مسائل قراءات پر گفتگو ہوتی رہی حضرت والا نے آپ کے تمام سوالات کے محققانہ، تشفی بخش اور اَفادی جوابات عنائت فرمائے اور خوب مذاکرہ وتکرار ہوتا رہا۔ حضرت شیخ القراء محمد حسن الشاعر نے آپ کو خلوص وتبحر علمی کے سبب 'شیخ الوقت' کا لقب دیا اور قراءات کی سند بھی عطا فرمائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنائیت فی القرآن تادب بالقرآن

حضرت قاری فتح محمد صاحب کو قرآن مجید کے ساتھ انتہائی درجہ محبت تھی، آپ فنافی القرآن تھے، قرآن کریم آپ کے رگ وریشہ میں رچا بسا ہوا اور آپ کی روحانی غذا تھا۔

اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ قاری عبدالمالک صاحب، جو حضرت کے شاگردوں میں سے ہیں، کہتے ہیں کہ میں جب چھوٹا تھا قاری عباس بخاری صاحب کے پاس مدینہ منورہ میں پڑھا کرتا تھا، اس وقت قاری عباس کا حضرت سے تعارف نہیں تھا۔ قاری عباس مسجد نبوی میں آئے حضرت کو بیٹھے دیکھ کر فرمایا یہ کون صاحب ہیں جن سے قرآن کی خوشبو مہک رہی ہے۔ اللہ اکبر۔

اس کے علاوہ حضرت مولانا قاری اِرشاد احمد گنگیروی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت اَقدس رو رہے تھے اور کافی دیر تک روتے رہے۔ میں نے عرض کیا: حضرت اتنا کیوں رو رہے ہیں؟ اِرشاد فرمایا:

''اپنی محرومی پر رو رہا ہوں کیونکہ فالج کی وجہ سے قرآن پڑھنا دشوار ہوگیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن مجید سے ایسی محبت نصیب فرما دیں۔'' (آمین)

حضور اکرم ﷺ کی اُمت میں بہت کثرت سے اَیسے اَفراد ہوئے ہیں جو کتاب اللہ کا بے حد ادب کرتے تھے۔ حضرت عکرمہ: قرآن مجید کی تلاوت انتہائی ادب واحترام سے کرتے اور بار بار کہتے: ''هٰذا كلام ربي''

اسی طرح قاری فتح محمد صاحب بھی کلام الٰہی کا بے حد ادب فرماتے تھے ایک دفعہ آپ روزہ سے تھے، آپ کے لئے چائے لائی گئی، آپ نے افطاری کے وقت ایک پیالی پی لی اور باقی تھرماس میں چھوڑ دی۔ نماز مغرب کے آپ سے دوست واحباب ملنے لگے۔ آپ نے فرمایا چائے لاؤ تو تھوڑی سی آپ نے پی اور باقی حاضرین میں تقسیم کرنے کا کہا اس وقت حاضرین کی تعداد تقریباً سات تھی۔ جن میں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی تھے، آپ نے فرمایا ایک طرف سے پلانا شروع کردیں، چنانچہ چائے کا دور شروع ہوا اسی دوران میں کسی نے قرآن مجید سننے کی فرمائش کردی تو حضرت والا نے فوراً تلاوت شروع فرمادی، چائے کا دور بھی بدستور جاری رہا۔ حضرت والا نے تلاوت ختم فرمانے کے بعد پوچھا ''کیا جس وقت میں پڑھ رہا تھا آپ حضرات نے چائے کا دور جاری رکھا ہوا تھا۔'' حاضرین میں سے کسی نے کہا جی ہاں چائے کا دور چلتا رہا۔ اس پر آپ سخت ناراض ہوئے کہ آپ لوگوں کو قرآن مجید کا ادب ملحوظ نہیں اور فرمایا جب قرآن مجید کی تلاوت ہو تو ہمہ تن تلاوت کے سننے میں مصروف رہنا چاہیے لیکن آپ لوگ تو چائے پینے میں مصروف رہے ہیں۔ [از مقالہ دینیہ]

مجدد القراءت، جزریٔ وقت مولانا قاری رحیم بخش رحمہ اللہ

ولادت ۱۳۴۱ھ وفات ۱۲/ ذوالحجہ بمطابق ۳۰/ستمبر ۱۹۸۲ عیسوی اللہ پاک نے آپ کی ذات سے اتنا کام لیا جو ایک بڑی جماعت بھی نہیں کرسکتی۔

ولادت

آپ کا نام رحیم بخش، جس کو بعد میں حضرت والد رحمہ اللہ نے عطاء الرحیم سے بدل دیا۔ وَالد گرامی کا نام چوہدری فتح محمد اور دادا کا نام حافظ رحم علی ہے۔ آپ کے دادا موصوف کا ایک عجیب واقعہ یہ ہے کہ وہ اپنے کنویں پر سویا کرتے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور رات کو سوتے وقت قرآن پاک کی تلاوت فرماتے رہتے تھے۔ کئی بار چور بیل وغیرہ چوری کرنے کے لئے آئے۔ مگر جب حافظ جی رحمہ اللہ کو تلاوتِ قرآن کرتے سنتے تو لوٹ جاتے۔ کہ حافظ صاحب تو جاگ رہے ہیں۔ کئی دن ایسے گزر گئے تو ایک روز چور دن کے وقت حافظ جی کے پاس آئے اور کہا حافظ جی ساری رات قرآن پڑھتے رہتے ہیں سوتے نہیں ہیں۔ آخر آپ کس وقت سوتے ہیں حافظ جی نے پوچھا آخر بات کیا ہے کہنے لگے ہم کئی دفعہ چوری کرنے آئے مگر آپ کو بیدار پاکر باز رہتے رہے۔ حافظ رحیم علی رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ اب تک تو میں سویا کرتا تھا اور سونے ہی کی حالت میں تلاوت کیا کرتا تھا۔ اَلبتہ اب اَصل واقعہ معلوم ہو جانے کے بعد نہیں سویا کروں گا اور جاگتا رہا کروں گا۔ حضرت قاری رحمہ اللہ کی ولادت پانی پت ضلع کرنال (ہندوستان) محلّہ چوڑا کنواں ماہ رجب ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کی عمر ابھی تین سال کی ہوئی تھی کہ والد کا سایہ اُٹھ گیا۔ آپ کی تعلیم آپ کی والدہ صاحبہ کی کوشش سے ہوئی۔ نیز آپ کے برادرِ بزرگ قاری حافظ محمد اسماعیل رحمہ اللہ نے بھی آپ کی بچپن میں کفالت فرمائی۔

حضرت قاری رحیم بخش رحمہ اللہ کی بے لوثی اور اخلاص

ایک مرتبہ حکیم اَمیر علی قریشی المدنی حضرت والا کے پاس آئے اور بطور ہدیہ کچھ خوبانیاں پیش کیں۔ حضرت والا نے فرمایا جو بچہ میرے پاس تعلیم حاصل کر رہا ہو میں اس بچہ یا اس کے والد کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا۔ حکیم صاحب نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا میں اپنے اُصولوں کو نہیں توڑ سکتا، جس وقت چھٹی ہو جائے آپ خود دروازہ پر کھڑے ہو جانا اور جس کو پسند کریں دے دینا۔ اس واقعہ سے آپ کا بے لوث ہونا اور محض اللہ کی رضا کے لئے دین وقرآن کی خدمت کرنا ثابت ہوتا ہے آپ کسی شاگرد سے جبکہ وہ تعلیم حاصل کر رہا ہوتا ہرگز ہدیہ نہ لیتے تھے فراغت کے بعد اگر وہ طلب صادق کے ساتھ دیتا تو قبول کر لیتے۔

رشد تفہیم ایڈیشن

طلبا جامعہ لاہور کی تحریری صلاحیتوں کو نکھارنے کی غرض سے ادارہ نے ایک سال قبل 'رشد تفہیم ایڈیشن' کا اجراء کیا تھا جو مسلسل جد وجہد سے علمی ارتقا کی جانب بڑھ رہا ہے۔ دن بدن طلبا کی علمی، فکری اور تحریری صلاحیتیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ مجلّہ کے منتظمین اس کے علمی معیار اور طلباء کو شوق دلانے کے سلسلے میں خاصی محنت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور مجلّہ کے مقاصد کو پورا فرمائے۔ [ادارہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِفادات: حافظ عبدالرحمٰن مدنی☆
جمع وترتیب: قاری فہد اللہ مراد*

سبعہ أحرف ......تنقیحات وتوضیحات

سبعہ أحرف سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں قبل ازیں ہم قراء ات نمبر کی دو خصوصی اشاعتوں میں نو مضامین شائع کر چکے ہیں، جبکہ شمارہ ہذا میں اس موضوع پر تین مزید مضامین شامل ہیں جن میں سے یہ مضمون پہلے شائع ہونے والے تمام مضامین کی مباحث کو سمیٹتے ہوئے ادارہ کلیۃ القرآن کے ذمہ داران کی آراء کا خلاصہ ہے۔

جو لوگ عملی میدان میں تجوید وقراء ات کے فن سے وابستہ ہیں ان کے ہاں یہ بحث زیادہ اہمیت نہیں رکھتی کیونکہ کہ وہ اسے محض ایک نظری بحث سمجھتے ہیں، جبکہ عملی پہلو سے تعدد قراء ات یا اسالیبِ تلاوت کا تنوع عہد نبوت (نزول) سے لے کر سلف سے خلف تک ہمیشہ اُمت میں حقیقتاً موجود رہا ہے۔ بحث صرف اس قدر ہے کہ واقعتاً جس تنوعِ تلاوت کو سب مانتے ہیں، اس کی زیادہ بہتر توجیہ وتعبیر کیا ہے؟ خیر القرون (صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ) کے دور میں یہ بحث سرے سے موجود ہی نہ تھی کیونکہ ان کے زمانوں میں یہ سب کچھ عرف وعمل میں موجود تھا۔ علوم کی با قاعدہ تدوین کا مرحلہ بعد میں پیش آیا۔ اس طرح واقعے میں موجود عملی اختلاف کو اصطلاحاتی زبان میں کس طرح بیان کیا جائے کہ وہ مسئلہ کی مناسب تعبیر بن جائے، بحث کا بنیادی نکتہ صرف اس قدر ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی بحثیں تمام شرعی علوم وفنون میں موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل علم نظریات اوران کی تعبیرات کے ایسے فنی اختلاف کو ہمیشہ لفظی شمار کرتے ہیں۔

اس مرکزی نکتہ کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے سبعہ أحرف کی بحث کو حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ دیگر تمام علمی آراء کی طرح سبعہ أحرف کے ضمن میں پیش کردہ ادارہ کی یہ رائے بھی بہرحال ایک رائے ہی ہے جس سے اختلاف کا اہل نظر کو حق حاصل ہے۔ ہم اہل علم سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ مسئلہ کی اسی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے اس بحث کو دیکھیں اور جن تعبیرات کو وہ اس بحث میں تشنہ محسوس کرتے ہیں ان کے حوالے سے اپنی نگارشات ہمیں ارسال کریں۔ رُشد کے صفحات ایسے تبصرے کیلئے حاضر ہیں۔ [ادارہ]

انسانیت پر اللہ رب العزت کے لطف وکرم کی برکھا اِبتدائے آفرینش سے موسلا دھار اور لگاتار برس رہی ہے۔ خصوصاً خدا تعالیٰ نے اُمت محمدیہ ﷺ پر تو اپنے فیضان ربوبیت کے وہ کرشمے ظاہر فرمائے ہیں کہ صرف اس میں کسی

☆ سرپرست اعلیٰ ماہنامہ رُشد ورئیس جامعہ لاہور الاسلامیہ ومجلس التحقیق الاسلامی
* فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسان کی پیدائش ہی دوسری امتوں کے افراد کے مقابلہ میں بے شمار رفعتوں اور لاتعداد رحمتوں کا مستحق بنا دیتی ہے۔

ان انعامات الٰہیہ میں سے سب سے بڑا انعام قرآن کریم ہے کہ جس کی تابش وضو سے چہار دانگ عالم کا ذرہ ذرہ چمک دمک رہا ہے۔ قرآن کریم اُسی حسن و جمال کے ساتھ چودہ سو سال سے مسلسل اہل ایمان کو حلاوت ایمان، صاحبان فکرو دانش کو ذکاوت اذہان اور گم کردان راہ حق کو ہدایت کا سامان فراہم کر رہا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ جس کے کمالات لامتناہی، جس کے عجائبات نہ ختم ہونے والے، جس کی تلاوت اس کے حسن کو دوبالا کرے، علماء کبھی بھی اس سے سیر نہ ہوں، جس نے اسے تکبر اور نخوت کی وجہ سے ترک کر دیا اللہ نے اس کو پاش پاش کر دیا اور جو اس کے علاوہ ہدایت کا متلاشی ہو اللہ نے اُسے راہِ ضلالت پر ڈال دیا۔ یہ دنیا کی وہ واحد کتاب ہے جس کا حرف حرف، نقطہ نقطہ اور ہر ایک لہجہ اور طریق بالکل ویسے ہی محفوظ ہے جس طرح آپ پر نازل ہوا اور آپ ﷺ نے اپنے حُب داروں اور غم خواروں کو پڑھایا۔ اگر چہ بعض عقل و خرد سے عاری، فہم فراست سے بیگانہ افراد حروف قرآن کریم کی صحت وثبوت کو مشکوک کرنے کے درپے ہیں لیکن باری تعالیٰ نے بھی یہ طے کر دیا:

﴿ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴾ [الصف:۸]

علوم قرآن کے معرکۃ الآراء موضوعات میں سے ایک اہم موضوع حدیث: ''أنزل القرآن علی سبعة أحرف'' کے مفہوم کا ہے۔ آئندہ سطور میں ہم اس کے بارے میں سلف کے نکتہ ہائے نظر اور ان کا تجزیہ مع الدلائل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ راجح موقف کی نشاندہی کریں گے۔

اس سے پہلے کہ ہم علمی بحث شروع کریں قارئین ایک بات ذہن نشین کر لیں کہ حدیث سبعہ اَحرف کا ثبوت قراءات کے مسئلہ سے ایک اضافی تعلق ہے، کیونکہ ثبوت قراءات کے لیے دیگر وہ بیسیوں روایات نبی اکرم ﷺ سے منقول ہیں کہ جن میں آپ ﷺ سے مختلف حروف کے موافق قرآن پڑھنا ثابت ہے جو کہ قراءت النبی ﷺ کے نام سے معروف ہیں۔ علاوہ ازیں تمام قراءات کی اسناد بالکل علیحدہ سے تواتر کے ساتھ بالکل اسی طرح نبی کریم ﷺ تک پہنچتی ہیں جس طرح اخبار آحاد و متواترہ کی اسناد آپ ﷺ تک پہنچتی ہیں۔ سبعہ اَحرف کی حدیث کی توضیح وتشریح یہ خالصتاً ایک علمی اور تحقیقی مسئلہ ہے جس سے کسی کج فہم کو بہر حال یہ مغالطہ نہیں ہونا چاہیے کہ آراء میں اختلاف سے ثبوت قراءات کا مسئلہ بھی مشکوک ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ہر حال میں ثابت ہیں۔

وہ تمام ائمہ جو سبعہ اَحرف کی تفہیم کے سلسلہ میں کسی بھی مؤقف کے حامل ہیں، قراءاتِ عشرہ کو قرآن اور حجت تسلیم کرتے ہیں۔ الحمد للہ ہمارا بھی ان کے قرآن ہونے پر مکمل یقین واطمینان ہے اور ان کے منکر کو منکر قرآن ہونے کی وجہ سے خارج عن الملۃ سمجھتے ہیں۔

تحقیق تو اس بات کی متقاضی ہے کہ سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں وارد جمیع نصوص اختلاف الفاظ کیساتھ ذکر کی جائیں، لیکن کیونکہ قراءات نمبر حصہ دوم میں وہ تفصیلاً مذکور ہیں اس لیے بغرض اختصار ہم عمداً ان کو ترک کر رہے ہیں۔ البتہ دلائل میں اور اَخذ نکات کے سلسلے میں انہیں موقع بہ موقع ذکر کریں گے۔

اُمت میں سبعہ اَحرف کی تشریح کے بارے اگرچہ کافی آراء پائی جاتیں ہیں جنہیں اِمام زرکشی رحمہ اللہ نے البرہان میں پینتیس[۳۵] اور امام سیوطی رحمہ اللہ نے الاتقان میں چالیس[۴۰] تک شمار کیا ہے، لیکن ان میں اکثر ایسے ہیں جن کا حدیث

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سبعہ اَحرف سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ ہم صرف ان اَقوال کو ذکر کریں گے جنہیں سلف نے سبعہ اَحرف کی تشریح میں درست تسلیم کیا ہے اور بعض اَسباب اور دلائل کی بنیاد پر راجح قرار دیا ہے۔

حدیث «أُنْزِلَ الْقُرْآنُ عَلٰی سَبْعَةِ أَحْرُفٍ» کی تشریح میں سلف وخلف نے درج ذیل چار اَقوال کو ترجیحاً اختیار کیا ہے:

① سبعہ احرف بمعنی سبعہ وجوہ

② سبعہ احرف بمعنی أوجه مقروءة لا تزيد عن السبع

③ سبعہ احرف بمعنی سبع لغات مختلفة الألفاظ متفقة المعاني أي المترادفات

④ سبعہ احرف بمعنی سبع لغات متفرقة في القران

ذیل میں ہم ان کو تفصیل سے ذکر کرتے ہیں۔

قول اوّل

سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ وجوہ

اس قول کے قائلین میں امام مالک رحمہ اللہ، ابن قتیبہ الدینوری رحمہ اللہ، امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ، امام ابن الجزری رحمہ اللہ، عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ، محمد علی الصابونی رحمہ اللہ وغیرہم کے نام شامل ہیں۔

مذکورہ قول کے قائلین اس بات پر متفق ہیں کہ سبعہ اَحرف سے مرادسبعہ وجوہ ہیں لیکن ان کے تعین میں اختلاف ہے۔

اِمام مالک بن انس رحمہ اللہ

علامہ نظام الدین قمی نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن میں امام مالک رحمہ اللہ کے حوالہ سے سبعہ اَحرف کی درج ذیل تشریح نقل کرتے ہیں:

① مفرد اور جمع کا اختلاف: یعنی ایک قراءۃ میں صیغہ مفرد ہو اور دوسری میں جمع، جیسے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ اور وَتَمَّتْ كَلِمٰتُ رَبِّكَ

② تذکیر تانیث کا اختلاف: جیسے لَا يُقْبَلُ اور لَا تُقْبَلُ

③ وجوہ اعراب کا اختلاف: جیسے هَلْ مِنْ خٰلِقٍ غَيْرُ اللهِ اور غَيْرِ اللهِ

④ صرفی ہیئت کا اختلاف: جیسے يَعْرِشُوْنَ اور يُعَرِّشُوْنَ

⑤ اَدوات (حروف نحویہ) کا اختلاف: جیسے وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ اور وَلٰكِنِ الشَّيٰطِيْنُ

⑥ لفظ کا ایسا اختلاف جس سے حروف بدل جائیں جیسے نُنْشِزُهَا اور نَنْشُرُهَا.

⑦ لہجوں کا اختلاف: جیسے تخفیف، تفخیم، اِمالہ، مد، قصر، اِظہار اور ادغام وغیرہ

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وقد تدبرت وجوه الاختلاف في القراءات فوجدتها سبعة أوجه.“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”میں نے قراءات کے اختلاف میں غور وفکر کیا تو میں نے سات وجوہ پائیں۔“

اوّل: کلمہ کے اِعراب کا اختلاف

یعنی حرکات کی ایسی تبدیلی جس سے صورت لفظ نہ بدلے۔ جیسے ”وَهَلْ نُجَازِيْ إِلاَّ الْكَفُوْرَ، وَهَلْ يُجَازىٰ إِلَّا الْكَفُوْرُ.“

الثانی

کلمہ کے اعراب کی ایسی تبدیلی جس سے صورت کلمہ تو نہ بدلے البتہ معنی میں تغیر واقع ہو جائے۔ جیسے: ”رَبَّنَا بْعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا“، ”رَبُّنَا بْعَدَ بَيْنَ أَسْفَارِنَا.“

الثالث

کلمہ کے حروف میں ایسی تبدیلی جس سے صورت کلمہ اور اعراب تو نہ بدلے معنی بدل جائے۔ ”نُنْشِزُهَا یا نَنْشُرُهَا.“

الرابع

کلمہ میں ایسا اختلاف جس سے صورت کلمہ بدل جائے لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہو۔ جیسے ”كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ اور کالصوف المنفوش“

الخامس

کلمہ کا ایسا اختلاف جس سے معنی اور صورت کلمہ دونوں تبدیل ہو جائیں جیسے ”وَطَلْعٍ مَّنْضُوْدٍ اور وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ.“

السادس

تقدیم وتاخیر کا اختلاف جیسے ”وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ اور سكرة الحق بالموت.“

السابع

نقص و زیادت کا اختلاف ہو، جیسے ”وَمَا عَمِلَتْ أَيْدِيْهِمْ اور وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيْهِمْ“، [تاویل مشکل القرآن: ص ۳۷، ۳۸]

قاضی ابی بکر ابن الطیب الباقلانی ﷫

قاضی ابی بکر الباقلانی﷫ نے بھی سبعہ احرف کی وہی تشریح کی ہے جو امام ابن قتیبہ نے فرمائی ہے۔ حتیٰ کہ مثالیں بھی وہی دی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ الباقلانی﷫ ابن قتیبہ﷫ کے مؤقف پر ہی ہیں۔

- امام ابن الجزری﷫ فرماتے ہیں:

”ولا زلت استشكل هذا الحديث وافكر فيه وأمعن النظر من نيف وثلاثين سنة حتى فتح الله بما يمكن إن يكون صواباً إن شاء الله و ذلك إني تتبعت القراءات صحيحها و شاذها

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وضعيفها ومنكرها فإذا هو يرجع اختلافها إلى سبعة أوجه من الاختلاف لايخرج عنها“
[النشر:۱/۲۶]

”میں اس حدیث کے مشکل ہونے کی وجہ سے اس پر مسلسل تیس سال تک غوروفکر کرتا رہا اور اس کے صحیح، شاذ، ضعیف اور منکر جمیع طرق کو کھنگالا یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے میرے اوپر کھول دیا کہ اس کی ممکن اور اقرب الی الصواب تشریح کیا ہوسکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اختلاف قراءات مندرجہ ذیل سات وجوہ مختلفہ میں منحصر ہے۔“

① حرکات کا ایسا اختلاف جس سے صورت کلمہ اور معنی نہ بدلے جیسے ’البخل‘ کی وجوہ اَربعہ اور یَحسِب کی دو وجوہ۔
② حرکات کی تبدیلی صرف معنی پر اَثر انداز ہو۔ جیسے ’فتلقى ءادم من ربه كلمٰت‘
③ حروف کی تبدیلی جس سے صورت کلمہ سلامت رہے اور معنی بدل جائے۔ جیسے تَبْلُوْا اور تَتْلُوْا
④ حروف کی ایسی تبدیلی کہ صورت کلمہ تو بدل جائے لیکن معنی نہ بدلے، جیسے:”بصطه اور بسطه السرٰط الصرٰط“
⑤ صورت کلمہ اور معنی دونوں ہی بدل جائیں۔ ”فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللهِ، فامضوا إلى ذكر الله اور أشد منكم، أشد منهم“
⑥ تقدیم اور تاخیر کا اختلاف: جیسے ”فيقتلون و يقتلون اور وجاء ت سكرة الحق بالموت“
⑦ نقص وزیادت کا اختلاف: جیسے ”وأوصى، ووصىٰ اور والذكر والأنثى“ [النشر، ج۱،ص۲۶]

اس کے بعد محقق فرماتے ہیں کہ ان وجوہ سے اختلاف قراءات باہر نہیں ہیں باقی رہا مسئلہ لہجات، اظہار، ادغام، روم، اشمام، تفخیم، ترقیق، مدوقصر، امالہ، فتح، تحقیق، تسہیل اور ابدال وغیرہ کا، جنہیں ہم اصول سے تعبیر کرتے ہیں تو اس سے معنی اور صورت کلمہ میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اس لئے ان کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے اگر اس کو آپ شامل کرنا چاہیں بھی تو پہلی قسم کے ذیل میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

امام ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ

امام ابوالفضل الرازی رحمہ اللہ احرف سبعہ کی تفسیر میں درج ذیل وجوہ سبعہ سے کرتے ہیں:

① اَسماء میں مفرد، تثنیہ، جمع، تذکیر وتانیث اور مبالغہ وغیرہ کا اختلاف۔
② افعال میں ماضی، مضارع، امر، تانیث وتذکیر، مخاطب ومتکلم، اسناد الی الفاعل اور مفعول کا اختلاف۔
③ وجوہ اعراب کا اختلاف۔
④ نقص وزیادت کا اختلاف۔
⑤ تقدیم وتاخیر کا اختلاف۔
⑥ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا کلمہ یا ایک حرف کو دوسرے سے بدل دینا۔
⑦ اختلاف اللغات مثلاً فتح امالہ، تفخیم وترقیق، تحقیق وتسہیل اور ادغام واظہار وغیرہ۔

جن اَئمہ متقدمین نے سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ وجوہ سے فرمائی ہے ان جمیع اَقوال میں سے اَشمل اور اَحسن قول امام ابوالفضل رازی رحمہ اللہ ہی کا ہے باقی اَئمہ بعض انتہائی بنیادی باتوں سے صرف نظر کر گئے ہیں۔ متاخرین میں سے اس قول کی تائید کرنے والوں میں عبدالعظیم الزرقانی صاحب مناهل العرفان ہیں۔ انہوں نے ہر طرح سے اس قول کی توثیق کی۔ اس کے علاوہ محمد علی الصابونی رحمہ اللہ نے التبیان میں اور مولانا تقی عثمانی نے علوم القرآن میں اس قول پر تفصیل سے تائیدی بحث کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ مؤقف کا جائزہ

مذکورہ قول کے قائلین یقیناً اُمت کے بہترین لوگ ہیں جن کی جلالت علمی، ورع وتقویٰ اور خلوص نیت کے بارے میں ادنیٰ سا شک بھی نفاق اور علمی خیانت شمار ہوگا لیکن کسی علمی مسئلہ میں آراء کا اختلاف یہ فکری صحت مندی کی علامت ہے اور اہل علم کی آراء کو مروجہ علمی وعقلی معیارات پر پرکھنا اور کسی مؤقف پر مدلل تنقید کرنا کسی طرح بھی گستاخی یا ان کی شان کے منافی نہیں ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم مذکورہ اَقوال کا تنقیدی جائزہ پیش کریں وہ آراء بھی پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو اس کی تائید میں بعض علماء سے منقول ہیں۔

شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ نے ان وجوہ کو قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے اور محمد علی الصابونی رحمہ اللہ نے ان کا خلاصہ ذکر کردیا ہے جس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:

فرماتے ہیں کہ: أقرب إلی الصواب قول وہی ہے جیسے ابوالفضل رازی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اور الزرقانی رحمہ اللہ نے جس پر اعتماد کیا ہے اور دلائل سے ان کی تائید کی ہے۔ وہ دلائل درج ذیل ہیں:

① اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث سے ہوتی ہے۔

② اس رائے میں ایک کامل استقراء پر اعتماد کیا گیا ہے اور وہ استقراء ایسا ہے جو جمیع اختلاف قراءات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

③ اس رائے سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا ہے، جو دیگر اقوال کے اختیار کرنے سے لازم آتا ہے۔ [التبیان: ۲۱۷]

◉ مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ رقم طراز ہیں:

''سبعہ اَحرف کی تشریح میں جتنے اقوال حدیث تفسیر اور علوم قرآن کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان سب میں سے یہ قول (کہ سات حروف سے مراد اختلاف قراءات کی سات نوعتیں ہیں) سب سے زیادہ راجح، قابل اعتماد اور اطمینان بخش ہے اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ، جنہیں مولانا نے وجوہ امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کے تناظر میں ذکر کیا ہے، ہم اس تناظر سے ہٹ کر صرف وجوہ ترجیح ذکر کرتے ہیں:

① مذکورہ قول کے مطابق حروف قراءات کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا نہیں پڑتا جبکہ دیگر اقوال ماننے سے یہ الجھن پیدا ہوتی ہے۔

② اس قول کو اختیار کرنے سے سبعہ اَحرف کو منسوخ نہیں ماننا پڑتا بلکہ تمام کے تمام اَحرف باقی وثابت رہتے ہیں۔

③ اس قول کے مطابق سات حروف کے معنی بلا تکلف صحیح ہوجاتے ہیں، جبکہ دوسرے اَقوال میں یا حروف کے معنی میں تاویل کرنا پڑتی ہے یا سات کے عدد میں۔

④ سبعہ اَحرف کے باب میں جتنے علماء کے اَقوال ہماری نظر سے گزرے ہیں ان میں سب سے زیادہ جلیل القدر اور عہدِ رسالت کے قریب تر ہستی امام مالک رحمہ اللہ کی ہے اور وہ علامہ نیشاپوری رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق اسی قول کے قائل ہیں۔

⑥ علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور محقق ابن الجزری رحمہ اللہ دونوں علم قراءات کے مسلم امام ہیں اور دونوں اسی قول

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے قائل ہیں اور مؤخر الذکر کا یہ قول گزر چکا ہے کہ انہوں نے تیس سال سے زائد اس حدیث پر غور کرنے کے بعد اس قول کو اختیار کیا ہے۔‘‘

مذکورہ قول کا تنقیدی جائزہ

اس قول پر ایک تفصیلی نقد ڈاکٹر عبدالعزیز قاری نے فرمایا ہے۔ہم ذیل میں اپنے اشکالات کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر عبدالعزیز قاری کے اعتراضات بھی نقل کریں گے۔

پہلا اعتراض

ڈاکٹر عبدالعزیز قاری نے پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ وجوہ کے قائلین کا تعیینِ وجوہ میں اختلاف ہے، یہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ تطابق اور توافق ضروری ہے ۔ ڈاکٹر قاری کا یہ اعتراض خواہش کی حد تک تو درست ہے کہ وجوہ میں موافقت ہونی چاہیے، لیکن عملاً ایسا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے ، کہ سارے اہل علم کسی مسئلہ کو ایک ہی نظر سے دیکھیں یا جمیع علماء کا استقراء ، وسعت مطالعہ اور طرز فکر ایک جیسا ہی ہونا چاہئے تا کہ یکساں نتائج برامد ہوں ۔ البتہ اس ضمن میں جو کمی ہے اس کو ہم آئندہ ذکر کرتے ہیں۔

دوسرا اعتراض

سبعہ احرف کے نزول کی اَہم ترین حکمت یہ تھی کہ ایسے اَفراد کو رخصت مہیا کی جائے جو پڑھنے لکھنے سے نابلد تھے جبکہ مذکورہ وجوہ کا تعلق طرز اَداء کے بجائے زیادہ تر طرز کتابت سے ہے ۔مزید یہ کہ ان اَنواع مختلفہ کا اِحاطہ وہ شخص کرسکتا ہے جس کی قراءاتِ قرآنیہ، علم رسم، علم ضبط اور لغت پر گہری نظر ہو، نیز کسی کی وسعت مطالعہ ہی ان وجوہ کو جامعیت کا لبادہ پہنا سکتی ہے ۔ لہٰذا یہ صرف خاص علماء ہی کر سکتے ہیں۔اسی وجہ سے علماء کا وہ طبقہ جو قراءات کے بھی ماہرین ہیں مذکورہ مؤقف کا حامل ہے اور وہ علماء جن کا میدان قراءات کے بجائے فقہ و حدیث ہے عموماً وہ دوسرے مؤقف پر ہیں، بنابریں جب ان وجوہ کا اِدراک علماء کے لیے ہی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے تو وہ عرب کے گنوار اور اُمی لوگ کیسے جان سکتے تھے، ان کے لیے تو یہ بجائے سہولت و آسانی کے مزید مشقت میں اضافہ کا باعث ہے کہ پہلے یہ سمجھیں کہ رخصت دی کس شے کی گئی اور بعد میں اس رخصت سے فائدہ اٹھائیں۔

تیسرا اعتراض

اس قول پر وارد ہونے والے اعتراضات میں سے تیسرا یہ ہے کہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ اور جزری رحمہ اللہ نے سات اَنواع تغیر کو ذکر کرتے ہوئے اختلاف لہجات کو تو ذکر بھی نہیں کیا باوجود اس کے کہ وجوہ اختلاف کے ضمن میں یہ وجہ بڑی اَہم اور کثرت سے استعمال ہونے والی ہے۔

اس تجزیہ سے ہمارا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ ہم ان اَنواع تغیر کا اِنکار کرنے پر مصر ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ان اصحاب علم میں سے ہر ایک کی عبارت دوسرے سے حد درجہ مختلف اور متغایر ہے۔حالانکہ یہ سب علماء بڑی بحث وتمحیص، قرآن کے متعدد بار مطالعہ اور حد درجہ محنت ومشقت کے بعد اس مقام پر پہنچے کہ ان اَنواع اختلاف کو اَخذ کرسکیں اور بعد میں ان کی تعیین کرسکیں۔ باوجود اس کے کہ اس مسئلہ میں تینوں کی رائے مختلف ہے جس کی وجہ یہی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکتی ہے کہ ہر ایک نے دوران مطالعہ کسی خاص جہت کو ملحوظ رکھا اور دوسرے کے سامنے کوئی دوسرا پہلو موجود رہا ان تینوں میں سے عبارت میں باریک بینی اور زیادہ مشق ومہارت امام رازی رحمہ اللہ کا خاصہ ہے۔

ہمارا اختلاف ان سے دراصل دو نوعیت کا ہے:

پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے اَنواع تغایر کو بتکلف سات تک محدود کیا ہے تاکہ حدیث میں مذکور تعداد کی موافقت ہوجائے۔

دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے جن اَنواع کو سبعہ اَحرف کی تفسیر بنایا ہے اور بڑی مشقت سے حدیث کے مفہوم کی وضاحت کی کوشش کی ہے ان سے ہماری رائے مختلف ہے۔ ان آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اَنواع جن کو تینوں اہل علم نے ذکر کیا ہے ان میں دو تو ایسی ہیں جن پر ان کا اتفاق رائے ہے۔ اور ان کی عبارتیں ان کی وضاحت میں یکساں ہیں:

① تقدیم وتاخیر ② زیادتی ونقص

اس کے بعد ابن قتیبہ اور جزری رحمہ اللہ کے اَقوال کے مابین پانچ اَنواع ایسی پائی جاتی ہیں جن پر ان میں کافی حد تک اتفاق ہے، بلکہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جزری رحمہ اللہ نے انہیں ابن قتیبہ رحمہ اللہ سے ہی نقل کردیا ہے اور ان میں اپنی طرف سے کوئی اِضافہ نہیں کیا۔

لیکن اس کے برعکس جب ہم امام رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اَنواع تغیر کی طرف نظر کرتے ہیں تو وہ جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی آراء سے قدرے مختلف ہیں، کیونکہ رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اَنواع کے ضمن میں ان دونوں کی بیشتر اَنواع بھی آجاتی ہیں اور اس کے علاوہ مزید بھی۔ مثال کے طور پر رازی رحمہ اللہ نے اپنے قول میں اَنواع تغیر سے تیسری اور چھٹی نوع اس کو قرار دیا ہے:

’’اعراب کی وجوہ میں اختلاف ...... اور (۶) حروف کا قلب یا بعض حروف کا بعض دوسرے حروف سے اِبدال، اسی طرح کلمات کی کلمات سے تبدیلی۔‘‘

اس میں اُنہوں نے ان تمام قسم کی تبدیلیوں کو علی وجہ العموم دو قسموں کے تحت ذکر کردیا ہے، لیکن یہی دو اَقسام باقی دو ائمہ کے اَقوال میں پانچ اَقسام میں منقسم ہیں، اگرچہ انہوں نے پانچ اقسام بناتے ہوئے ان اختلافات کی تقسیم میں صورۃ خطی، اختلاف معنی اور کتابت میں اختلاف یا عدم اختلاف کو مدنظر رکھا ہے، لیکن بہرحال مراد دونوں کی قریباً ایک ہی ہے۔ اس کی ایک اور مثال یوں بھی ہے کہ امام رازی رحمہ اللہ نے پہلی اور دوسری نوع کے تحت اوزان اسماء میں پیش آنے والے اختلافات اور تصریف افعال میں ہونے والے اختلافات کو ذکر کیا ہے جبکہ معمولی سے غوروفکر کے بعد باقی دو حضرات کی ذکر کردہ پہلی پانچ اَنواع کے ضمن میں یہ دونوں انواع بھی آسکتی ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ جن زاویوں اور جہات سے امام رازی رحمہ اللہ نے اختلافات کی حد بندی کی ہے جزری رحمہ اللہ اور ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی تقسیم ان زاویوں سے ہٹ کر کچھ اور چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کی گئی ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود ایک نوع ایسی بھی ہے جو صرف امام رازی رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے اور باقی دو اس کی طرف متوجہ نہیں ہوپائے اور وہ نوع ہے ’اختلاف لہجات‘ کی اور جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ یہی نوع اس بحث میں اَہم تر ہے۔

ان تینوں اَقوال کا ہم نتیجہ برآمد کرنا چاہیں تو مختصراً تمام انواع کو کم از کم دس اَنواع تغیر میں تقسیم کرسکتے ہیں کہ وہ تمام صورتیں جو کلمات میں اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں اور ان اَقوال سے ثابت ہوتی ہیں، کل دس بن سکتی ہیں۔ لیکن اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بات کی کوئی دلیل نہیں کہ آئندہ کوئی اور صاحب علم مزید بحث و اِستقراء کے بعد اس تعداد میں اضافہ نہیں کرے گا۔

چنانچہ اس معارضہ سے یہ اَمر ثابت شدہ ہے کہ ان تینوں بزرگ اصحاب علم کی اَنواع تغایر و اختلاف کی تعیین اور ان کو کھینچ تان کر سات حروف کے ضمن میں لانا بے جا تکلف اور مشقت کے سوا کچھ نہیں۔حتیٰ کہ جب ہم ان کی جدوجہد اور کوشش کے بعد حاصل شدہ اَنواع کے نتیجے پر پہنچتے ہیں،جس کو انہوں نے حدیث کی مراد تصور کیا ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سبعہ اَحرف فی ذاتہا کچھ اور ہیں اور اس میں انواع اختلاف ایک بالکل مختلف چیز، اور اس مقام پر پہنچ کر یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ تمام وہ صورتیں ہیں جو کلمات کے مابین تغیر اور اختلاف کے ضمن میں آتی ہیں نہ کہ حروفِ سبعہ کے مابین اختلاف ضمن میں ۔اور ایسا بھی ممکن ہے کہ اس تمام بحث کا خلاصہ ان تین نکات میں نکال لیا جائے۔کہ اختلاف کی تین ہی صورتیں ہیں:

1. جس میں لفظ مختلف ہوجائیں اور معنی ایک رہے، اس صورت کو لغت میں 'الترادف' سے موسوم کیا جاتا ہے،مثلاً 'هلم' کی جگہ 'تعال' اور 'أقبل'
2. جس میں معنی اور لفظ دونوں مختلف ہوجائیں،لیکن یہ اختلاف تضاد کی نوعیت کا نہ ہو،تنوع کی قبیل سے ہو۔جس طرح قٰلَ اور قُلْ ، بٰعِدْ اور بٰعَدَ ، مٰلِكِ اور مَلِكِ ، أَوْصَى اور وَصّٰى
3. لہجات میں اختلاف،یعنی کسی لفظ کی اَدا میں تبدیلی اصل لفظ اور معنی کی بقا کے ساتھ۔مثال کے طور پر کسی کو جھکا کر یا سیدھا پڑھنا، مد اور قصر، ادغام اور عدم ادغام اسی طرح نرمی سے یا جھٹکا دے کر پڑھنا۔

یہاں اختلاف کی ایک قسم اور بھی ہوسکتی ہے کہ بعض اَوقات کسی کلام میں تبدیلی لفظ اور معنی کے اختلاف کے ساتھ ساتھ تناقض اور تضاد کی قبیل سے ہوتی ہے۔سو یہ صورت قرآن کریم میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ ان کی موجودگی قرآن میں خلل اور اضطراب و شک کو لازم کرتی ہے حالانکہ قرآن اس سے یکسر منزہ ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''قرآن میں باطل نہ آگے سے داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیچھے سے اور یہ اللہ رب العزت حکمت والے کی نازل کردہ (کتاب)[فصلت:۴۲] ہے۔'' ایک اور مقام پر یہ الفاظ ہیں:

''اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف [النساء:۸۲] سے ہوتا تو لوگ اس میں جابجا اختلافات اور تناقض پاتے۔''[انظر النشر:۴۹/۱]

ان دونوں آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں خلل اور تناقض وتضاد کی سرے سے گنجائش ہی نہیں۔

چوتھا اعتراض

مذکورہ بالا قول پر ایک اہم اعتراض یہ بھی ہے کہ کیا خود نبی مکرمﷺ کی ذات سے ایسے قول کا صدور ممکن ہے جو صرف اور صرف ایک منطقی اور ریاضیاتی اصول پر متعین کیا گیا ہے۔آپﷺ کا ذاتی پس منظر اور نبوی طریق دعوت اس اسلوب کا انکاری نظر آتا ہے، کیونکہ شریعت کی عمومی تعلیمات بالکل بدیہی اور انتہائی فطری اُسلوب پر مبنی ہیں نہ کہ استقرائی اور منطقی اسلوب پر۔لہٰذا مذکورہ وجوہ سے آپﷺ کا نہ تو تفسیر کرنا ثابت ہے اور نہ ہی آپ سے اس طرح کے اَنداز تشریح و دعوت کا اِمکان ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانچواں اعتراض

صحابہ کے مابین جب مختلف وجوہ قراءات پڑھنے میں اختلاف ہوا تو آپﷺ کے صرف یہ فرمانے پر کہ هكذا أنزلت اور أنزل القرآن علی سبعة أحرف پر صحابہ خاموش ہوگئے اور ان کو سارے معاملے کا علم ہوگیا۔ صحابہ کا فوراً بغیر کسی مناقشہ کے اس کو تسلیم کرلینا اس بات کی دلیل ہے کہ سبعہ اَحرف کا مصداق ان کے مابین کوئی زیادہ غیر معروف شے نہ تھا، اسی وجہ سے آپ کے چند کلمات ان کے لیے تشفی کا باعث بن گئے۔ لہٰذا اگر یہ کہا جائے کہ آپﷺ کی اس سے مراد وجوہ ہیں جو ایک غیر معروف شے ہے، جس پر ہمارا کند ذہن کئی اشکالات لیے سراپا احتجاج بن جاتا ہے، تو سیدنا عمر رحمہ اللہ جیسے عبقری اور ذہین وفطین عناصر کس طرح مطمئن ہوسکتے تھے۔

چھٹا اعتراض

سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث، جس میں ہے کہ آپﷺ نے فرمایا:

"اے اُبی مجھے یہ کہا گیا کہ میں اُمت کو قرآن ایک حرف پر پڑھاؤں، میں نے عرض کی کہ میری اُمت پر آسانی کیجئے تو پھر دو حروف ہوگئے، پھر تین، پھر چار حتیٰ کہ سات تک پہنچ گئے۔"

اس حدیث پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حرف پر بھی قرآن بطور قرآن مکمل تھا۔ جب دو کی اجازت دی گئی تب بھی قرآن اَحکام کے لیے اور تلاوت کے لیے کامل تھا اور اس کی تلاوت ممکن تھی ورنہ اگر ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ بغیر سبعہ اَحرف قرآن کی تلاوت نہیں ہوسکتی تو اللہ رب العزّت کا جبریل علیہ السلام کو بھیجنا یہ ایک نعوذ باللہ فعل عبث تھا اور اللہ کے رسولﷺ بجائے آسانی کے تکمیل قرآن کی التجا فرما رہے تھے۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اگر آپ سبعہ وجوہ والے قول کا جائزہ لیں تو اس کی عدم اَہمیت کا اندازہ ہوگا مثلاً ان کے ہاں جو قول سب سے راجح ہے اس کے مطابق حرف اوّل کو ہی لیجئے۔ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے اَسماء میں تذکیر تانیث، اَفراد تثنیہ وجمع وغیرہ مراد ہیں، تو کیا اس پر تلاوت ممکن ہے؟ اگر سیدنا جبرئیل علیہ السلام کے لائے ہوئے حرف اَوّل پر تلاوت ممکن تھی تو امام رازی رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے حرف اوّل پر تلاوت کیوں ممکن نہیں۔ ہماری نظر میں امام رازی رحمہ اللہ کے بتائے ہوئے ایک حرف پر تو کیا سات حروف کو بھی ملا لیں تو قرآن کی تلاوت کرنا ممکن نہیں۔ اور اس کی مزید تائید سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے ہوجاتی ہے کہ "كنا نقرأ على الحرف الأوّل" [فتح الباری:۱۱/۳۳] کہ "ہم حرف اول پر تلاوت کریں گے۔" اس کا مطلب بالکل صحیح ہے کہ سبعہ اَحرف میں سے ہر ہر حرف پر تلاوت ممکن تھی جبکہ مذکورہ قول میں ساتوں پر بھی ممکن نہیں۔

ساتواں اعتراض

اس پر ایک مزید اعتراض یہ ہے کہ سبعہ اَحرف کے نزول کا مقصد فقط یہ ہے کہ اُمت مرحومہ کے وہ اَفراد جو اپنے آبائی لہجے اور لغت کو ترک کرکے کسی دوسری لغت یا لہجہ پر نہیں پڑھ سکتے ان کے لیے آسانی پیدا کی جائے، اور انہیں اس بات کی اِجازت دی جائے کہ وہ اپنے لہجے اور لغت کے موافق قرآن کو پڑھ سکیں، جبکہ اگر مذکورہ قول کا جائزہ لیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں کسی مشقت کو رفع کرنا اور مزید کسی آسانی کو پیدا کرنا سرے سے ناقابل لحاظ ہے اور جو آسانی اس قول کے ذریعے اُمت کو دی گئی ہے اس میں سرے سے کسی مشکل کا پہلو موجود ہی نہیں کہ جس میں آسانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خواہش کی جائے۔ مثلاً امام رازی رحمہ اللہ کی راجح اور اَشمل تشریح کے مطابق سبعہ اَحرف کی پہلی وجہ اَسماء میں مذکر مؤنث، مفرد جمع کا اختلاف ہے جس کی مثال دیگر اَئمہ نے بھی دی ہے مثلاً کلمات کو جمع کے بجائے مفرد یعنی أَمَانٰتِهِمْ کو أَمَانَتِهِمْ پڑھنا اگر اس پر غور کریں تو یہی کلمات قرآن کریم میں بعض مقامات پر صرف مفرد اور بعض پر صرف جمع استعمال ہوئے ہیں۔ اب یہ کیسی مشکل ہے کہ اگر ایک جگہ کسی چیز کو مفرد یا جمع پڑھا جائے تو کوئی مشکل نہیں ہے جبکہ دوسری جگہ اس میں مشکل پیدا ہوگئی، جس کی آسانی کے لیے باقاعدہ ایک حرف اتارنا پڑھا۔

اسی طرح دوسری وجہ 'افعال میں اختلاف' کو لیجئے۔ جس کی مثال الزرقانی نے وَلاَ يُضَآرُّ اور وَلاَ يُضَآرَّ دی ہے۔ اب یہ مشکل ہے کہ قاری یا عرب کی بوڑھی عورت یا بوڑھا آدمی یضار کی را پر پیش تو پڑھ سکتا ہے لیکن زیر پڑھنا اس کے لیے دشوار ہے یا پھر قرآن میں ایک جگہ یعلمون غیب کے ساتھ پڑھنا دشوار ہے۔ اگرچہ اس کو بیسوں جگہ غیب سے پڑھا ہو۔ اسی پر ایک حرف نازل کردیا گیا ہو۔ اسی طرح تقدیم وتاخیر اور نقص زیادت کا مسئلہ ہے کہ آدمی فيقتلون و يقتلون میں پہلے حرف کو معروف اور دوسرے کو مجہول تو پڑھ سکتا ہے لیکن اگر پہلے مجہول آجائے تو دشواری پیدا ہوجائے۔ اسی طرح قرآن میں دسیوں مقامات پر من تحتها الأنهر پڑھنا ممکن ہے لیکن سورۃ التوبہ میں ممکن نہیں لہٰذا اس کے لیے باقاعدہ ایک حرف کو نازل کیا جائے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ البتہ امام رازی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ صرف ایک وجہ ایسی ہے جس میں واقعی دشواری تھی اور یہی حقیقی دشواری نزولِ احرف کا سبب ہے کہ لہجات اور لغات کا اختلاف جس کو سوائے امام رازی رحمہ اللہ کے کسی شیخ نے ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کا مصداق مذکورہ قول کو ٹھہرانا قرین قیاس نہیں ہے۔

اب مناسب ہوگا شیخ عبدالعظیم الزرقانی رحمہ اللہ اور مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ کی پیش کردہ وجوہ ترجیح کا بھی جائزہ پیش کردیا جائے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ کی وجوہ ترجیح

① اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ احادیث سے ہوتی ہے۔

علامہ زرقانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ اس مذہب کی تائید سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں واردشدہ اَحادیث سے ہوتی ہے۔ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جو دلیل کی بنیاد کے بغیر کیا گیا ہے ہم نے تو مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ مؤقف سبعہ اَحرف کے سلسلہ میں وارشدہ اَحادیث تو کیا سبعہ اَحرف کے نزول کی بنیادی حکمت سے ہی متصادم ہے اور بجائے اس کے کہ حکمت سبعہ اَحرف کو سامنے رکھ کر اس کو سمجھنے کی سعی کی جاتی اُسے یکسر نظر اَنداز کردیا گیا ہے۔

② اس رائے میں کامل استقراء پر اعتماد کیا گیا، جس نے جمع اختلافات قراءات کا اِحاطہ کرلیا ہے۔

سب سے پہلے تو یہ بات ہی قابل بحث ہے کہ کیا نصوصِ شرعیہ کی تاویل منطقی اِستقراءات پر کی جائے گی یا اس کا اَنداز کچھ اور ہے، کیونکہ استقراء کی کیا حقیقت کہ ایک استقراء دوسرے استقراء کو ردّ کردے اور پھر وہ استقراء بھی ایسا جس میں مطلق حکمت شرعیہ کو نظر انداز کردیا گیا ہو اور ویسے بھی استقراء کے ذریعہ ان وجوہ کو سات تک پہنچانا بہت بڑا تکلف ہے، کیونکہ اس سے کم یا زیادہ میں بھی وجوہ کا احاطہ ممکن ہے، جیسا کہ اعتراض ثالث میں ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا اس استقراء کا یہ فائدہ تو ہوسکتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ اختلاف قراءات کیا کیا ہیں، نص شرعی کو یہ معنی پہنانا بعید اَز فہم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ اس قول سے کوئی نقصان لازم نہیں آتا۔

یہ بھی ایک دعویٰ ہے، اس سے جو نقصانات لازم آتے ہیں وہ ہم نے ذکر کردیئے ہیں۔ باقی اگر اس سے یہ نقصان مراد ہے کہ موجودہ قراءات کا اِنکار وغیرہ لازم آتا ہے تو وہ کسی قول کو بھی اختیار کرنے پر لازم نہیں آتا۔

مولانا تقی عثمانی ﷾ کی وجوہ ترجیح

مولانا تقی عثمانی ﷾ کے مؤقف میں ہمیں جو بنیادی کمی نظر آئی ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث سبعہ اَحرف کو بجائے اس کے کہ نص کی علل وحکم کو سامنے رکھتے ہوئے سمجھا جائے اور اسی کی روشنی میں سلف کے مؤقف کو سمجھنے کی کوشش کی جائے، انہوں نے اسے صرف ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف کے تناظر میں سمجھا ہے اور ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں چند ایسے بنیادی نقائص موجود ہیں جن کی بناء پر انہوں نے ابن جزری وغیرہ کے مؤقف کو راجح قرار دیا ہے اور اس کی بھرپور تائید کی ہے۔

ان کی وجوہ راجحہ کو سبعہ اَحرف کی راجح تشریح کے طور پر لینا تو مشکل ہے۔ البتہ ابن جریر رحمہ اللہ کے مقابلہ میں جو انہوں نے وجوہ ترجیح ذکر کی ہیں، ان کے بارے میں مناسب یہی لگتا ہے کہ ابن جریر رحمہ اللہ کا مؤقف، جو ہم دلائل کی روشنی میں سمجھے ہیں، ذکر کرنے کے بعد ہی جائزہ لیں۔

قول ثانی

سبعہ اَحرف بمعنی أوجه مقروءة لا تزید عن السبع

مذکورہ مؤقف کے مطابق سبعہ اَحرف کا مصداق کسی چیز کو قرار نہیں دیا گیا کہ 'اوجہ' سے مراد کیا ہے۔ نہ ہی انہوں نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد سبعہ لغات ہیں اور نہ ہی یہ حضرات سبعہ وجوہ کے قائلین ہیں جیسا کہ جزری رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے۔ لہٰذا یہ قول بنیادی طور پہ ایک ناقص اور نامکمل مؤقف ہے۔ اس کے رد سے پہلے قول کی وضاحت ضروری ہے جو کہ قائلین نے نہیں کی۔

قول ثالث

سبعہ اَحرف بمعنی سبع لغات مختلفة الألفاظ متفقة المعاني أي المترادفات

سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ لغات ہیں، اس طرح کہ ان کے الفاظ مختلف اور معانی متحد ہوں۔ جیسے أقبل، تعال، ھلم، عجل، اسر، وانظر، آخر اور أمھل وغیرہ یا جس طرح لفظ 'أف' میں بعض لغات ہیں۔

اس قول کے قائلین میں بہت جلیل القدر علماء شامل ہیں، جن میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، سفیان بن عیینۃ رحمہ اللہ، ابن عبدالبر رحمہ اللہ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ، امام قرطبی رحمہ اللہ اور مناع القطان شامل ہیں

امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ اَحرف سبعہ کے بارے میں وارد مختلف تشریحات ذکر کرنے اور ان پر ردّ کرنے کے بعد

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راجح قول یوں بیان کرتے ہیں:

”بل ا لأحرف السبعة التي أنزل الله بها القرآن هن لغات سبع في حرف واحد وكلمة واحدة باختلاف الألفاظ واتفاق المعاني كقول القائل هلم، وأقبل وتعال وإليّ قصدي ونحوي وقربي ونحو ذلك مما تختلف فيه الألفاظ بضروب من المنطق وتتفق المعاني.“[تفسیر طبری:۱/۴۷،۴۸]

”اَحرف سبعہ جن پر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم نازل فرمایا ہے وہ ایک لفظ اور ایک ہی کلمہ میں سات لغات ہیں، جن کے الفاظ تو مختلف ہیں لیکن معنی متفق ہیں جیسے کوئی کہے هلم، تعال، أقبل، إلى، قصدي، نحوي اور قربي وغیرہ کہ جو اختلاف الفاظ کے باوجود متفق المعانی ہیں۔“

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ

”إنما معنى السبعة الأحرف سبعة أوجه من المعاني المتفقة المقاربة بألفاظ مختلفة نحو: أقبل وهلم وتعال، وعلى هذا الكثير من أهل العلم.“[التمهید لابن عبدالبر رحمہ اللہ:۸/۲۸۱]

”سبعہ احرف سے مراد متفق المعانی اور مختلف الالفاظ کلمات کی لغات وجوہ ہیں جیسے أقبل، تعال، هلم اور یہی کثیر اہل علم کا قول ہے۔“

امام قرطبی رحمہ اللہ

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”وهو الذي عليه أكثر أهل العلم كسفيان بن عينية وعبدالله بن وهب والطبري والطحاوي وغيرهم، أن المراد سبعة أوجه من المعاني المتقاربة بألفاظ مختلفة، نحو أقبل وهلم وتعال۔“ [تفسیر قرطبی:۱/۴۲]

”وہ رائے کہ جس پر اکثر اہل علم سفیان بن عینیہ، عبداللہ بن وہب، طبری اور طحاوی وغیرہم ہیں، وہ یہ ہے کہ احرف سبعہ سے قریب المعنی اور مختلف الالفاظ وجوہ سبعہ مراد ہیں۔“

امام ابن کثیر رحمہ اللہ

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے امام قرطبی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کو بیان کرکے بھر پور اَنداز میں اس کی تائید کی ہے۔ (ج۱:۱/۶۱)

ابن جریر رحمہ اللہ اور ان کے ہم خیال حضرات کا مؤقف ہے کہ سبعہ اَحرف سے ایک ہی کلمہ میں مختلف لغات عرب کا اختلاف مراد ہے۔ جسے ہم مترادفات سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی ایک ہی کلمہ میں اس کی جگہ مختلف الفاظ استعمال کرنے کی اجازت تھی جیسے هلم، تعال اور اقبل وغیرہ۔ نیز یہ سبعہ اَحرف میں سے چھ حروف کے حذف، نسخ یا توقف کے قائل ہیں۔

ہمیں اب یہ دیکھنا ہے کہ آیا دلائل ان کے اَقوال کی تائید بھی کرتے ہیں یا نہیں۔

ابن جریر رحمہ اللہ اپنے مؤقف کی تائید میں درج ذیل نصوص ذکر کرتے ہیں۔

❶ ”عن عبدالرحمن بن أبي بكرة ÷ عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: «قَالَ جِبْرِيْلُ: اِقْرَأْ الْقُرْآنَ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلٰى حَرْفٍ. قَالَ مِيْكَائِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اِسْتَزِدْهُ، فَقَالَ: عَلٰى حَرْفَيْنِ، حَتّٰى بَلَغَ سِتَّةً أَوْ سَبْعَةً. فَقَالَ: كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ مَا لَمْ تَخْتِمْ آيَةَ عَذَابٍ بِآيَةِ رَحْمَةٍ أَوْ آيَةَ رَحْمَةٍ بِآيَةِ عَذَابٍ». كقولك هلم وتعال.» [تفسیر طبری: ۴۴/۱]

''سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ اپنے والدگرامی سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے کہا: قرآن کریم کو ایک حرف پر پڑھیں تو سیدنا میکائیل علیہ السلام نے کہا مزید طلب کیجئے تو سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے کہا دوحرفوں پر پڑھیں۔ یہاں تک چھ یا سات حروف تک پڑھنے کی اجازت دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان میں سے ہرایک شافی وکافی ہے جب تک رحمت کی آیت کو عذاب پر اور عذاب کی آیت کو رحمت پر ختم نہ کریں جیسے تیرا کہنا هلم، تعال۔''

❷ "عن الأعمش قال: قرأ أنس هذه الآية: " إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَصْوَبُ قِيْلاً "فقال قوم: يا أبا حمزة! إنما هي "وأقوم" فقال: أقوم وأصوب وأهيا واحد." [تفسیر طبری: ۴۵/۱]

''اعمش رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: ''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ﴿إِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً﴾ میں أقوم کے بجائے أصوب پڑھا تو لوگوں نے کہا کہ اے ابوحمزہ یہاں أقوم ہے تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا أقوم، أصوب اور أهيا یہ ایک ہی ہے ان میں کوئی فرق نہیں ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے قول سے مذکورہ بالا حدیث اَبی بکرۃ کا مفہوم بھی متعین ہوگیا یعنی هلم، تعال وغیرہ یہ اس بات کی مثال نہیں ہے کہ قراءات کا اختلاف کوئی تضاد کا اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس بات کی تصریح ہے کہ قرآن کریم میں سبعہ اَحرف سے مراد مترادفات کا اختلاف ہے۔ یقیناً ایسا اختلاف موجود بھی تھا اور عرضۂ اَخیرہ میں جو قرآن مجید کا بہت سا حصہ منسوخ ہوا ہے، وہ یہی تھا۔ ان مترادفات کی کثرت کس قدر تھی اس پر ایک نظر ڈالنے کے لیے مشہور مستشرق آرتھر جیفری کی مقدمتان اور کتاب المصاحف کے تناظر میں تیار کی گئی سورۃ الفاتحہ میں موجود مترادفات کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں جس سے مترادفات کی کثرت کا اَندازہ ہوگا۔ یادرہے کہ جیفری کی پیش کردہ روایت کی تصدیق تصویب قطعاً مقصود نہیں بلکہ صرف تمثیل منشاءِ تحریر ہے۔

- حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا اس طرح پڑھنا روایت کیا گیا ہے۔
  مالك کی بجائے مليك، اهدنا کی بجائے ثبتنا اور دلنا.
- حضرت علی بن ابن طالب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔
  مالك کی بجائے ملك يوم يامالك، اهدنا کی بجائے ثبتنا اور لا کے بجائے غير.
- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس طرح روایت کرنا منقول ہے۔
  صراط کی بجائے سراط
- حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے اس طرح تلاوت کرنا منقول ہے۔
- مالك کی بجائے ملك، الذين کی بجائے من اور ولا الضالين کی بجائے غير الضالين.
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مالك کی بجائے ملك.

اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مالك کی بجائے مليك اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے صراط الذين أنعمت کے بجائے صراط من أنعمت مروی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یحییٰ بن وثاب تابعی نَستعین کی بجائے نِستعین یعنی نون پر زبر کی بجائے زیر پڑھتے تھے۔ ابوسوار العنوی إیاك نعبد وإیاك کی جگہ ھیاك نعبد وھیاك پڑھتے تھے ابوعمرو الصراط کی بجائے الصراط پڑھتے۔

جیفری نے تذکرۃ الائمہ مؤلفہ باقر مجلسی [مطبوعہ تہران: ۱۸] کے حوالہ سے سورۃ الفاتحہ کا درج ذیل متن ذکر کیا ہے۔

”نحمد الله رب العالمین○ الرحمن الرحیم○ ملاك یوم الدین○ ھیاك نعبد وویاك نستعین○ ترشد سبیل المستقیم○ سبیل الذین أنعمت علیھم سوی المغضوب علیھم والضالین○“

اس کے علاوہ خلیل بن احمد کی نسبت سے بھی سورۃ الفاتحہ کا ایک متن منقول ہے۔

بسم الله الرحمن الرحیم

”الحمد لله سید العالمین○ الرزاق الرحیم○ ملاك یوم الدین○ إنا لك نعبد وإنا لك نستعین○ أرشدنا سبیل المستقیم○ سبیل الذین مننت علیھم، سوی المغضوب علیھم ولا الضالین○“

اسی طرح انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے سورۃ ألم نشرح کی آیات: ”ألم نشرح لك صدرك، وحللنا عنك وزرك“ کو یوں تلاوت کیا تو آپ کے اس طرح پڑھنے پر اعتراض کیا گیا تو انہوں نے فرمایا حللنا، حططنا اور وضعنا ایک ہی مفہوم کو ادا کرنے کے مختلف الفاظ ہیں۔

ایک روایت حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مقدمتان میں مروی ہے کہ وہ ایک فارسی نژاد مسلمان کو آیت ﴿ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ○ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴾ [الدخان: ۴۳] پڑھا رہے تھے۔ وہ ﴿طعام الأثیم﴾ کے بجائے ”طعام الیتیم“ پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ”الطعام الظالم“ پڑھا دو جو اس نے بآسانی پڑھ لیا۔

ان جملہ اَمثلہ کے بارے میں ہمارا کامل ایمان اور قطعی یقین و اطمینان ہے کہ ان میں سے سوائے وہ اَمثلہ جو قراء ات متواترہ میں موجود ہیں، کوئی بھی شے قرآن میں داخل نہیں ہے۔ البتہ ان کے ذکر سے سوائے اس کے کچھ بھی مطلوب نہیں کہ قرآن مجید میں مترادفات کا اختلاف بہت کثرت سے تھا اور ابن جریر رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم، جو ان کے نقطہ نظر سے اتفاق کئے ہوئے ہیں، بہرحال دلائل و براہین کی دنیا میں اجنبی نہیں ہیں بلکہ مروّجہ موازین اور مقاییس پر بلاکسی تردد کے پورے اترتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کا یہ قول کہ صرف ابن جریر رحمہ اللہ کی شخصیت اور دیگر صاحبان فکر و دانش کے اقوال سے عدم آگہی کی وجہ سے لوگ ان کے نقطہ نظر کے گرویدہ ہیں یہ ایک معقول تحقیق نہیں بلکہ سطحی رائے ہے۔ کیونکہ جب آپ ان کی جلیل القدر شخصیت سے متاثر نہیں ہوئے تو سلف میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن کثیر رحمہ اللہ اور قرطبی رحمہ اللہ جیسی ہستیاں بغیر کسی معقول بنیاد کے کیسے قائل ہوسکتے ہیں۔

◉ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کام کے بارے میں مؤقف:

”والآثار الدالة علی أن إمام المسلمین وأمیر المؤمنین عثمان بن عفان جمع المسلمین نظراً منه لھم وإشفاقاً منه علیھم، ورأفةً بھم حذار الردة من بعضھم بعد الإسلام والدخول في الکفر بعد الإیمان إذ ظھر من بعضھم بمحضره وفي عصره التکذیب ببعض الأحرف السبعة التي نزل علیھا القرآن مع سماع أصحاب رسول الله ﷺ من رسول الله النھي عن التکذیب بشيء منھا وأخباره إیاھم أن المراء فیھا کفر، فحملھم، إذ رأی ذلك ظاھراً بینھم في عصره ولحداثة عھدھم بنزول القرآن، وفراق رسول الله ﷺ إیاھم بما أمن علیھم مع

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عظيم البلاء في الدين من تلاوة القرآن على حرف واحد“

”آثار اس پر دال ہیں کہ امام المسلمین اور امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اُمت کو ایک حرف پر اس لیے جمع فرما دیا کہ ان کا مسلمانوں سے ایک الف ومحبت اور شفقت ومہربانی کا تعلق تھا کہ کہیں قرآن کا اِنکار کرکے اسلام سے اِرتداد اور ایمان سے کفر کی طرف نہ منتقل ہوجائیں، کیونکہ قرآن کریم کے کسی ایک حرف کی تکذیب یا کسی لفظ کی قرآنیت کے بارے میں جھگڑا کرنا صریحاً کفر ہے۔ انہوں نے جب اپنے زمانہ میں اس قدر اختلاف دیکھ لیا حالانکہ ان کا زمانہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب کا زمانہ ہے تو انہوں نے اُمت کو اس عظیم آزمائش سے بچانے کے لیے ایک عظیم کدوکاوش کی۔“

◉ مزید فرماتے ہیں:

”وجمعهم على مصحف واحدٍ وحرف واحدٍ وخرق ما عدا المصحف الذي جمعهم عليه وعزم على كل من كان عنده مصحف مخالف المصحف الذي جمعهم عليه أن يحرقه فاستوفقت له الأمة على ذلك بالطاعة، ورأت أن فيما ذلك من الرشد والهداية فتركت القراءة بالأحر ف الستة التي عزم عليها إمامها العادل في تركها طاعة منها له، و نظراً منها لأنفسها ولمن بعدها من سائر أهل ملتها حتى درست من الأمة معرفتها و تعفت آثارها فلا سبيل لأحدٍ اليوم إلى القراءة بها لدثورها و عفو آثارها.“ [تفسیر ابن جریر رحمہ اللہ:۱؍۵۰]

”سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تمام مسلمانوں کو ایک مصحف پر جمع فرما دیا اور اس کے علاوہ جو مصاحف کسی کے پاس بھی ان مصاحف کے مخالف تھے انہیں ضائع کردیا۔ تو اُمت نے اس معاملہ میں ان کی اطاعت کی، کیونکہ اس میں سراسر بھلائی اور ہدایت کا پہلو ظاہر تھا۔ اور احرف ستہ کو کلیتًا ترک کردیا جس کا امام عادل نے ان سے مطالبہ کیا تھا۔ لہٰذا امت نے اس کو قبول کرنے کے بعد اس پر عمل شروع کردیا جس سے باقی احرف بالکل ختم ہوگئے اور ان احرف کی عدم دستیابی کی بناء پر ان تک رسائی ممکن نہیں ہے۔“

اسی طرح امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اپنے مؤقف کی تائید میں ایک سوال پیدا کیا کہ سائل یہ کہے کہ آپ کے کہنے کے موافق آج ایک ہی حرف باقی ہے تو وہ حروف ستہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے پڑھا، اُس کے پڑھنے کا حکم دیا اور خود اللہ رب العزّت نے آسمانوں سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کئے ہیں۔ کیا وہ اٹھا لیے گئے ہیں؟ یا منسوخ کردیئے گئے؟ اگر فی الواقع ایسا ہے تو ان کے رفع اور نسخ کی دلیل کیا ہے؟ یا پھر اُمت ویسے ہی اُسے بھول گئی ہے، تو یہ بھولنا تضییع قرآن ہے۔ حالانکہ اس کی حفاظت اُمت کی ذمہ داری ہے۔ تو اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔

تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”لم تنسخ فترفع، ولا ضيعتها الأمة وهي مأمورة بحفظها. ولكن الأمة أمرت بحفظ القرآن، وخيرت في قراءته و حفظه بأي تلك الأحرف السبعة شاءت كما أمرت، إذا هي حنثت في يمين وهي موسرة، بأن تكفر بأي الكفارات الثلاث شاءت: إما بعتق، أو إطعام، أو كسوة. فلو أجمع جميعها على التكفير بواحدة من الكفارات الثلاث، دون حظرها التكفير بأي الثلاث شاء المكفر، كانت مصيبةً حكمَ الله، مؤدية في ذلك الواجبَ عليها من حق الله. فكذلك الأمة، أمرت بحفظ القرآن وقراءته، وخيرت في قراءته بأي الأحرف السبعة شاءت: فرأت -لعلة من العلل أو جبت عليها الثبات على حرف واحد-

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءته بحرف واحد، ورفض القراءة بالأحرف الستة الباقية، ولم تحظُر قراءته بجميع حروفه على قارءه، بما أذن له في قراءته به.“

”نہ تو قرآن منسوخ ہوا ہے اور نہ ہی اُسے اٹھا گیا ہے اور نہ ہی اُمت، جو کہ اس کی حفاظت پر مامور ہے، اس کے ضیاع کی مرتکب ہوئی ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اُمت کو حفاظت قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور اَحرف سبعہ اور قراءات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے قسم کے کفارے میں عتق غلام، کھانا اور لباس میں سے کسی ایک کے اَدا کرنے میں حانث مخیّر ہے۔ اور اگر اُمت ان میں سے کسی ایک کے اختیار پر اِجماع کرلے اور دوسرے سے منع نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح اُمت حفاظت قرآن اور قراءات کی حفاظت کی مکلّف ہے لیکن قراءات میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ اُمت نے اسی وجہ سے اسی علت کی بنیاد پر حرف واحد کو اختیار کرلیا باقی حروف ستۃ کی قراءت ختم ہوگئی۔ باقی رہی یہ بات کہ کسی کو باقی احرف پر قراءات سے منع کیا جائے گا تو بات ٹھیک نہیں ہے بلکہ قاری کو اجازت ہے جس حرف پر چاہے قراءت کرے۔“

[تفسیر طبری: ۱/۴۸]

ابن جریر رحمہ اللہ مذکورہ دلیل کے علاوہ چند ایک نصوص مزید اپنے مؤقف کی تائید میں پیش کرتے ہیں:

”عن خارجة بن زيد بن ثابت، عن أبيه زيد، قال: لما قتل أصحاب رسول الله ﷺ باليمامة، دخل عمر بن الخطاب ÷ على أبي بكر ÷ فقال: إن أصحاب رسول ﷺ باليمامة تهافتوا تهافت الفراش في النار، وإني أخشى أن لا يشهدوا موطنا إلا فعلوا ذلك حتى يقتلوا -وهم حملة القرآن- فيضيع القرآن و ينسى، فلو جمعته و كتبته! فنفر منها أبوبكر وقال: أفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! فتراجعا في ذلك. ثم أرسل أبوبكر إلى زيد بن ثابت، قال زيد: فدخلت عليه و عمر محزئل[1] فقال أبوبكر: إن هذا قد دعاني إلى أمر فأبيت عليه، وأنت كاتب الوحي، فإن تكن معه اتبعتكما، وإن توافقني لا أفعل. قال: فاقتص أبوبكر قول عمر، وعمر ساكت، فنفرت من ذلك وقلت: نفعل ما لم يفعل رسول الله ﷺ! إلى أن قال عمر كلمة: ”وما عليكما لو فعلتما ذلك؟“ قال: فذهبنا ننظر، فقلنا: لا شيء والله! ما علينا في ذلك شيء! قال زيد: فأمرني أبوبكر فكتبته في قطع الأدم وكسر الأكتاف والعسب. فلما هلك أبوبكر وكان عمر، كتب ذلك في صحيفة واحدة، فكانت عنده. فلما هلك، كانت الصحيفة عند حفصة زوج النبي ﷺ. ثم إن حذيفة بن اليمان قدم من غزوة كان غزاها بمرج أرمينية، فلم يدخل بيته حتى أتى عثمان بن عفان فقال: يا أمير المؤمنين! أدرك الناس! فقال عثمان: ”وما ذلك؟“ قال غزوت مرج أرمينية، فحضرها أهل العراق وأهل الشام، فإذا أهل الشام يقرؤون بقراءة أبي بن كعب، فيأتون بما لم يسمع أهل العراق، فتكفرهم أهل العراق. وإذا أهل العراق يقرؤون بقراءة ابن مسعود، فيأتون بما لم يسمع به أهل الشام، فتكفرهم أهل الشام. قال زيد: فأمرني عثمان بن عفان أكتب له مصحفاً، وقال: إني مدخل معك رجلا لبيباً فصيحاً، فما اجتمعتما عليه فاكتباه، وما اختلفتما فيه فارفعاه إلي. فجعل معه أبان بن سعد بن العاص، قال: فلما بلغنا ﴿إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ﴾ [البقرة: ۲۴۸] قال: زيد فقلت: 'التابوه' وقال أبان بن سعيد: 'التابوت' فرفعنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذلك إلى عثمان فكتب: 'التابوت' قال: فلما فرغت عرضته عرضة، فلم أجد فيه هذه الأية: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ [الاحزاب:٢٣] قال: فاستعرضت المهاجرين أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها، فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها عند خزيمة بن ثابت، فكتبتها، ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه هاتين الأيتين: ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ○ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ [التوبة:١٢٨، ١٢٩] فاستعرضت المهاجرين، فلم أجدها عند أحد منهم، ثم استعرضت الأنصار أسألهم عنها فلم أجدها عند أحد منهم، حتى وجدتها مع رجل آخر يدعى خزيمة أيضاً، فأثبتها في آخر 'براءة' ولو تمت ثلاث آيات لجعلتها سورة على حدة۔ ثم عرضته عرضة أخرى، فلم أجد فيه شيئا، ثم أرسل عثمان إلى حفصة يسألها أن تعطيه الصحيفة، وحلف لها ليردنها إليها فأعطته إياها، فعرض المصحف عليها، فلم يختلفا في شيء۔ فردها إليها، وطابت نفسه، وأمر الناس أن يكتبوا مصاحف۔ فلما ماتت حفصة أرسل إلى عبدالله بن عمر في الصحيفة بعزمة، فأعطاهم إياها فغسلت غسلاً ."

”زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب شمع نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے یمامہ میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے تھے تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اَصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طرح جانیں نچھاور کی ہیں، جس طرح شمع پر پروانے قربان ہوتے ہیں اور مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹنے کی بجائے اس وقت تک گستاخانِ نبوت کے خلاف برسرِ پیکار رہیں گے جب تک جام شہادت نوش نہیں کر لیتے اور وہ سارے کے سارے وہ لوگ ہیں جو حاملین قرآن ہیں ان کی شہادت سے قرآن کے ضیاع کا خطرہ ہے، کیوں نہ ہو کہ ہم قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کر لیں اور لکھ لیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کام کو کرنے سے ہچکچائے اور کہا کہ میں وہ کام کیسے کروں جو آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، شیخین کے مابین اس موضوع پر گفتگو جاری رہی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں ان کے ہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ پریشان حال بیٹھے ہیں تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کہ یہ مجھے ایک کام کے بارہ میں اصرار کرتے ہیں جبکہ میں نے انکار کر دیا ہے۔ آپ کاتب وحی ہیں اگر آپ ان کے ساتھ متفق ہیں تو میں آپ کا ساتھ دوں گا لیکن اگر آپ میری رائے سے اتفاق کریں تو تب میں یہ کام نہیں کروں گا۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا ہم وہ کام کیسے کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک کلمہ کہا: ”اگر تم یہ کر لو تو تم پر کیا بوجھ آ پڑے گا“ زید رضی اللہ عنہ کہتے، کہ ہم نے غور و خوض کی غرض سے مجلس برخاست کر دی۔ جب ہم نے اس کے جملہ پہلوؤں پر نظر دوڑائی تو پتہ چلا کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔ تب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جمع کرنے کا حکم دیا جسے میں نے کھجور کے پتوں، ہڈیوں، چمڑے اور کاغذ کے ٹکڑوں میں سے جمع کر لیا۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ راہی آخرت ہوئے اور خلافت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو انہوں نے دوبارہ اُسے ایک صحیفہ میں لکھوایا اور اپنے پاس محفوظ رکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد وہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں منتقل ہو گیا۔ پھر ایک روز سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اچانک آرمینیہ کی جنگ سے لوٹے اور اپنے گھر جانے کے بجائے سیدھے امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا۔ اے امیر المؤمنین، لوگوں کی خبر لیجئے، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا ماجرا کیا ہے تو انہوں نے عرض کیا میں ابھی ابھی مرج آرمینیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے لوٹا ہوں جہاں اہل شام اور اہل عراق جہاد میں مشغول ہیں۔ اہل عراق سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قراءات پڑھتے ہیں اور اہل شام جناب اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت پر ہیں جبکہ دونوں نے ایک دوسرے کی قراءات کو سنا تو اس کا اِنکار کردیا اور بات اس قدر بڑھی کہ دونوں ایک دوسرے کی تکفیر کرنے لگے۔ سیدنا زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا کر اپنے لیے ایک مصحف لکھنے کا کہا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ ہم بطور معاون آپ کو ایک فصیح اللسان اور ذہین شخص فراہم کریں گے، جس پر تم دونوں متفق ہوجاؤ اُسے لکھ لو اور جس پر تمہارا اختلاف ہوجائے تو میری طرف رجوع کرو۔ لہٰذا انہوں نے ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو میرا معاون مقرر کیا، جب ہم ﴿إِنَّ ءَايَةَ مُلْكِهِۦٓ أَن يَأْتِيَكُمُ ٱلتَّابُوتُ﴾ [البقرہ: ۲۴۸] پر پہنچے تو میں نے کہا: ﴿التابوہ﴾ جبکہ ابان رضی اللہ عنہ نے کہا: ﴿التابوت﴾ ہے۔ ہم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے التابوت تائے طویلہ کے ساتھ لکھا۔ کہتے ہیں کہ جب میں کتابت سے فارغ ہوا تو میں نے پورے مصحف کی مراجعت کی تو میں نے ﴿مِنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ...﴾ آیت نہ پائی۔ تو میں نے مہاجرین سے کہا کہ کسی کے پاس یہ آیت موجود ہے؟ تو ان کے پاس نہ پایا پھر میں نے انصار سے سوال کیا تو خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مل گئی جسے میں نے لکھ لیا اور دوسری بار پھر مراجعت کی تو سورۃ توبہ کی دو آخری آیات نہیں تھیں۔ مہاجرین اور انصار سے اس بارے میں دریافت کیا تو ان کے پاس نہ پائیں بالآخر خزیمہ نامی صحابی کے پاس مل گئیں جسے میں نے درج کرلیا۔ زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ایسی تین آیات مجھے مل جاتیں تو میں ایک علیحدہ سورۃ بنادیتا۔ اس کے بعد میں نے مزید ایک دفعہ مراجعت کی تو میں نے ہر طرح سے مکمل پایا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور وعدہ کیا کہ یہ واپس لوٹایا جائے گا۔ پھر ان دونوں مصاحف کا موازنہ کیا گیا۔ اور دونوں کو متفق پایا تو مطمئن ہوگئے اور لوگوں کو اس کے مطابق سیکھنے کا حکم دے دیا۔ جب سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئی تو انہوں نے یہ مصحف سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کردیا تو انہوں نے حکام کے حوالے کردیا جسے بعد میں دھو دیا گیا۔"

"عن أبي قلابة، قال: لما كان في خلافة عثمان، جعل المعلّم قراءة الرجل، والمعلم يعلم قراءة الرجل، فجعل الغلمان يلتقون فيختلفون، حتى ارتفع ذلك إلى المعلمين. قال أيوب: لا أعلمه إلا قال: حتى كفر بعضهم بقراءة بعض. فبلغ ذلك عثمان، فقام خطيباً فقال: "أنتم عندي تختلفون فيه وتلحنون، فمن نأى عني من أهل الأمصار أشد فيه اختلافاً وأشد لحناً، اجتمعوا يا أصحاب محمد! فاكتبوا للناس إماما."

قال أبو قلابة: فحدثني أنس بن مالك قال: كنت فيمن أملي عليهم، فربما اختلفوا في الآية فيذكرون الرجل قد تلقاها من رسول الله ﷺ، ولعله أن يكون غائباً أو في بعض البوادي، فيكتبون ما قبلها وما بعدها، ويدعون موضعها، حتى يجيء أو يرسل إليه. فلما فرغ من المصحف، كتب عثمان إلى أهل الأمصار: "إني قد صنعت كذا وكذا، ومحوت ما عندي، فامحوا ما عندكم."

"ابی قلابہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں باقاعدہ معلّم مقرر کئے گئے، ایک معلّم کسی ایک صحابی کی قراءات سکھاتا جبکہ دوسرا کسی دوسرے صحابی کی، ہوا یہ کہ بچوں نے اختلاف شروع کردیا اور یہ بات معلّمین تک پہنچ گئی۔ ایوب راوی حدیث کہتے ہیں کہ شاید ابوقلابہ نے یہ بھی کہا کہ بعض نے بعض کی قراءت کا اِنکار شروع کردیا۔ جب یہ بات سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو وہ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے پاس ہوتے ہوئے غلطیاں کرتے ہو اور اختلاف میں پڑے ہوئے ہو، یقیناً وہ لوگ جو ہم سے دور ہوں گے وہ زیادہ غلطیاں کرتے ہوں گے اور شدید اختلاف کا شکار ہوں گے، انہوں نے کہا کہ اے اصحاب محمد ﷺ جمع ہوجاؤ اور لوگوں کے لیے ایک ایسا مصحف لکھو جو امام

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے درجہ پر فائز ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو قرآن کی کتابت کر رہے تھے۔ ہمارے درمیان بعض دفعہ کسی آیت میں اختلاف ہوتا تو ہمیں کہا جاتا کہ اسے فلاں بستی میں رہنے والے صحابی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ سنا ہے تو ہم یوں کرتے کہ اس آیت سے پہلی اور بعد والی آیات لکھ دیتے اور اس کی جگہ خالی چھوڑ دیتے، یہاں تک کہ وہ آدمی خود آجاتا یا اُسے بلا لیا جاتا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مصاحف کی کتابت سے فارغ ہوگئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام شہروں کی جانب لکھ دیا کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور اس کے علاوہ جو میرے پاس تھا اُسے ختم کر دیا ہے لہٰذا جو تمہارے پاس ہے اُسے تم بھی ختم کر دو۔''

عن أنس بن مالك الأنصاري أنه اجتمع في غزوة أذربيجان وأرمينية أهل الشام وأهل العراق، فتذاكروا القرآن، واختلفوا فيه حتى كاد يكون بينهم فتنة. فركب حذيفة بن اليمان -لما رأى اختلافهم في القرآن- إلى عثمان، فقال: "إن الناس قد اختلفوا في القرآن، حتى إني والله لأخشى أن يصيبهم مثل ما أصاب اليهود والنصارى من الاختلاف." قال: ففزع لذلك عثمان فزعا شديداً، فأرسل إلى حفصة فاستخرج الصحيفة التي كان أبوبكر أمر زيداً بجمعها، فنسخ منها مصاحف، فبعث بها إلى الآفاق."

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ آذربائیجان اور آرمینیہ کے غزوہ میں اہل عراق اور اہل شام کے ساتھ شامل تھے ان کے مابین قرآن کے بارے میں گفتگو شروع ہوگئی جو اس قدر شدت اختیار کر گئی کہ فتنہ کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ جب حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کے بارے میں اختلاف دیکھا تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ لوگ قرآن میں اس قدر اختلاف کر رہے ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ ان کی حالت یہود و نصاریٰ سی ہو جائے گی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو بہت زیادہ پریشان ہوگئے، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مصحف منگوایا اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو قرآن کو جمع کرنے اور اس کی نقلیں تیار کرنے کا حکم دیا اور اس کو آفاق عالم میں پھیلا دیا۔''

"عن أنس بن مالك أن عثمان دعا زيد بن ثابت وعبدالله بن الزبير وسعيد بن العاص وعبدالرحمن بن الحارث بن هشام فنسخوها في المصاحف وقال عثمان للرهط القريشين الثلاثة: "إذا اختلفتم أنتم و زيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش، فإنما نزل بلسانهم" ففعلو ذلك." [صحیح البخاری:۳۲۴۴]

''سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن العاص رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ مصحف ابوبکر کی کاپیاں تیار کریں اور قریشیوں کو یہ بھی کہا کہ جب تمہارے اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مابین کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اُسے لغت قریش میں لکھو، کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے تو انہوں نے ایسا ہی کیا۔''

ترمذی کتاب التفسیر باب تفسیر سورۃ التوبۃ میں ''فإنه نزل بلسان قريش'' کے الفاظ بھی موجود ہیں یعنی وہاں حصر نہیں ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان جمیع اختلافات اور نزاعات کو سامنے رکھتے ہوئے اُمت کو ایک حرف پر جمع کر دیا تھا اور یہی آپ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جس کی وجہ سے آپ کو جامع القرآن کے عظیم لقب سے نوازا گیا ہے اور آپ کے اس کام کی بدولت اُمت میں جو قرآن کریم کے معاملہ میں فتنہ پیدا ہو رہا تھا، فرو ہوگیا۔ یہ تو ہم بعد میں واضح کریں گے کہ امام ابن جریر رحمہ اللہ کے پیش کردہ دلائل کس حد تک اس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مؤقف کی تائید کررہے ہیں اس سے پہلے ہم ذرا ان ائمہ کے اقوال بھی پیش کرنا چاہیں گے جو امام ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کے کسی نہ کسی طرح مؤیدین ہیں تاکہ جمیع آراء اور نصوص سامنے رکھتے ہوئے ان پر ایک جامع تجزیہ پیش کیا جاسکے۔

امام ابوجعفر الطحاوی رحمہ اللہ

”وكانت هذه السبعة للناس في هذه الحروف لعجزهم عن أخذ القرآن على غيرها مما لا يقدرون عليه لما قد تقدم ذكرنا له في هذا الباب وكانوا على ذلك حتى كثر من يكتب منهم وحتى عادت لغاتهم إلى لسان رسول الله ﷺ فقرءوا بذلك على تحفظ القرآن بألفاظه التي نزل بها فلم يسعهم حينئذٍ أن يقرءوه بخلافها وبأن بما ذكرنا أن تلك السبعة الأحرف إنما كانت في وقت خاص لضرورة دعت إلى ذلك ثم ارتفعت تلك الضرورة فارتفع حكم هذه السبعة الأحرف وعاد ما يقرأ به القرآن على حرفٍ واحدٍ“ [مشكل الآثار:۴/۹۱،۱۹۰]

”لوگوں کے لیے حروف سبعہ کو اس وجہ سے نازل کیا گیا تھا کہ وہ ان حروف کے بغیر اَخذ قرآن سے ہی قاصر تھے جیسا کہ ہم نے پہلے بھی ذکر کیا ہے اس وقت وہ ان حروف کو تلاوت کرتے رہے جب تک ان کے لیے مشکل تھا۔ لیکن جب یہ آپ ﷺ کی زبان کثرت سے لکھنا شروع ہوگئے اور ان کی زبانیں بولنے کی عادی ہوگئیں تو پھر ان کو دوبارہ اللہ کے رسول ﷺ کی لغت کے مطابق پڑھنے کا حکم دے دیا گیا تاکہ وہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اَدا کرسکیں اور دیگر احرف پر پڑھنے کی وسعت ختم کردی گئی۔ گویا کہ اَحرف سبعہ پر تلاوت قرآن کی اجازت، خاص وقت اور خاص ضرورت کی بنا پر تھی جب ضرورت ختم ہوگئی تو اجازت بھی اٹھالی گئی اور حرف واحد کی قراءت شروع ہوگئی“۔

نوٹ: امام ابن جریر رحمہ اللہ اور طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف میں ایک فرق ہے اگرچہ نتیجہ کے اعتبار سے دونوں یکساں ہیں۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اَحرف ستہّ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے اندیشہ سے باجماع صحابہ موقوف کردیا تھا لیکن امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی اجازت ایک وقتی ضرورت کی بناء پر تھی جب یہ پوری ہوگئی تو وہ اجازت بھی خودبخود ختم ہوگئی یعنی انتهاء الحكم بانتهاء العلة کی ایک شکل تھی۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اس سوال کہ آیا قراءاتِ سبعہ حروف سبعہ پر مشتمل ہیں یا حروفِ سبعہ میں سے کسی ایک پر؟ کے جواب میں فرمایا:

”فالذي عليه جمهور العلماء من السلف والأئمة أنها حرف من الحروف السبعة بل يقولون: إن مصحف عثمان هو أحد الحروف السبعة، وهو متضمن للعرضة الآخرة التي عرضها النبي ﷺ على جبريل . والأحاديث والآثار المشهورة المستفيضة تدل على هذا القول . “ [مجموع الفتاوی:۱۳/۳۸۹]

”سلف میں سے جمہور اہل علم اور ائمہ اس بات کے قائل ہیں کہ موجودہ قراءاتِ سبعہ یہ احرفِ سبعہ میں سے صرف ایک حرف پر مشتمل ہیں بلکہ ان کا کہنا ہے کہ مصاحف عثمانیہ بھی اُسی ایک حرف پر ترتیب دیئے گئے ہیں جو آپ ﷺ نے عرضۂ اخیرہ میں سیدنا جبرئیل علیہ السلام سے مدارسہ کرتے ہوئے تلاوت فرمایا تھا، نیز احادیث مستفیضہ اور آثار مشہورہ بھی اسی قول کے مؤید نظر آتے ہیں۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ

اِنسان کے علم میں وقت کے ساتھ ساتھ وسعت اور گہرائی آتی رہتی ہے یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے ائمہ کے مؤقف ایک وقت تک اور رہے جبکہ بعد ازاں ان کا رجحان کسی دوسری طرف ہوگیا۔ جن کی مثالیں کتب فقہ میں مذہب قدیم اور جدید کے نام سے معروف ہیں۔ بالکل اسی طرح حضرت مولانا قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ کے بارے میں معروف ہے کہ وہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ یا امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کے گرویدہ نظر آتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے سبعہ احرف کی تشریح کبھی بھی ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف سے نہیں فرمائی۔ کیونکہ وہ کشف النظر میں سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ لغات عرب سے فرماتے ہیں اور اس قول کے قائلین ابوعبید رحمہ اللہ، ابن عطیہ رحمہ اللہ، بیہقی وغیرہ کو قرار دیتے ہیں اور جب مزید تفصیل میں جاتے ہیں تو امام طحاوی رحمہ اللہ کے مؤقف کی طرف میلان نظر آتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احرف سبعہ منسوخ ہوچکے ہیں اور آج مصحف صرف حرف قریش پر ہے۔ [کشف النظر: ۸۸/۱، ۸۷]

لیکن دفاع قراء ات میں جب اس مسئلہ پر تفصیلی بحث فرمائی ہے تو ابن جریر کے مؤقف کو مرجوح قرار دیا ہے اور اس پر بارہ اعتراض کئے ہیں جو ان شاء اللہ ہم نقل کریں گے۔

ان کے علاوہ منّاع القطّان نے بھی ابن جریر ہی کے مؤقف کو اختیار کرتے ہوئے اسے راجح قرار دیا ہے۔ مزید کوئی اضافی بات نہیں کی جو لائق ذکر ہو۔

ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کا تجزیہ اور اُن پر وارد ہونے والے اِعتراضات

ابن جریر رحمہ اللہ کے بارے میں کہنا کہ یہ ایک بالکل ناقابل فہم مؤقف ہے، درست نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ انہوں نے منزل من اللہ اختلافات کی صرف ایک جہت کو زیادہ اہمیت دی ہے۔ دوسرا یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جن حالات میں مصاحف مرتب کروائے تھے، اور ان کے مرتب اور شائع ہوجانے کے بعد اختلاف کا ختم ہوجانا انہیں اس طرف لے گیا ہے کہ انہوں نے شاید ایک حرف ہی باقی رکھا تھا۔ البتہ یہ کہنا مشکل امر ہے کہ سبعہ اَحرف کی صحیح ترین تشریح یہی ہے، کیونکہ اس مؤقف پر وارد ہونے والے اعتراضات اس رائے کو اختیار کرنے کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

مذکورہ مؤقف پر وارد ہونے والے اعتراضات

سب سے پہلے ہم مولانا تقی عثمانی حفظہ اللہ کے اس مؤقف پر اِعتراضات کو ایک نظر دیکھتے ہیں۔

① اس مؤقف پر حروف اور قراء ات کو دو الگ الگ چیزیں قرار دینا پڑتا ہے۔ یقیناً یہ الجھن ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں باقی رہتی ہے۔ لیکن اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں کہ سبعہ وجوہ والا مؤقف راجح ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کے نقص کو واضح کرنے کے لیے کسی ایسے مؤقف کو قطعاً اختیار نہیں کیا جاسکتا جو خود کئی اشکالات لیے ہوئے ہو، جو ہم پہلے واضح کرچکے ہیں۔

② ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف پر یہ ماننا پڑتا ہے کہ سات حروف میں سے چھ منسوخ یا متروک ہوگئے اور صرف حرف قریش باقی رہ گیا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف میں واقعی یہ کمی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ صرف حرف قریش باقی ہے دیگر منسوخ ہوگئے ہیں۔ لیکن سبعہ وجوہ کے قائلین نے یہ کب کہا ہے کہ حرف قریش کے علاوہ دیگر لغات بھی اس میں موجود

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، انہوں نے تو ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی۔ بلکہ ہماری رائے کے مطابق مذکورہ حضرات (جزری وغیرہ) بھی یہ مانتے ہیں کہ موجودہ قراءات صرف حرف قریش ہی کی وجوہ مختلفہ ہیں، کیونکہ سبعہ وجوہ کا مؤقف اختیار کرنے والوں کے سرخیل ابن قتیبہ رحمہ اللہ ہیں جن کے بارے میں امام ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ابوالفضل رازی رحمہ اللہ کا مؤقف، جو اَوجہ سبعہ میں سب سے بہتر تشریح ہے، ابن قتیبہ کے مؤقف کی ہی توضیح ہے۔ان سے نصاً منقول ہے کہ قرآن کریم صرف اور صرف لغت قریش میں نازل ہوا ہے اس کے علاوہ کسی دوسری لغت پر قطعاً نازل نہیں ہوا۔

③ ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف پر ایک اعتراض یہ ہے کہ ابن جزری وغیرہ کے مؤقف کے حاملین بہت ہی جلیل القدر علماء ہیں۔ یہ بات تو شاید وجہ ترجیح نہ بن پائے، کیونکہ دوسری طرف بھی بہت ہی نابغۂ روزگار شخصیات ہیں۔لیکن اصل بات یہ ہے کہ تحقیق کی دنیا میں شخصیات کے بجائے دلائل کی قوت پر ہی بات ہونی چاہئے۔

البتہ مولانا نے امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف پر ایک معتدل اور مدلل تنقید کی ہے جس کو ہم واقعی ایک وزنی اور مسکت تنقید سمجھتے ہیں۔ ذیل میں ہم انہی کے الفاظ نقل کرتے ہیں:

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کا نظریہ اور اُس کی قباحتیں

حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے چونکہ اپنا یہ نظریہ اپنی تفسیر کے مقدمہ میں بڑی تفصیل اور جزم و وثوق کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔اس لیے یہ قول بہت مشہور ہوگیا اور آج کل حروف سبعہ کی تشریح عموماً اسی کے مطابق کی جاتی ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر محقق علماء (ان علماء کے اَسماء گرامی آگے آرہے ہیں) نے اسے اختیار نہیں کیا بلکہ اس کی سختی کے ساتھ تردید فرمائی ہے۔ کیونکہ اس قول پر متعدد الجھنیں ایسی کھڑی ہوجاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ہے۔

اس نظریہ پر سب سے پہلا اعتراض تو وہی ہوتا ہے جو ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ اس میں 'حروف' اور 'قراءات' کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا گیا ہے۔حالانکہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ ایک طرف تو یہ تسلیم فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے۔ دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرما دیا حالانکہ اس بات کو باور کرنا بہت مشکل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُن حروف کو یکسر ختم کرنے پر متفق ہوگئے ہوں جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش پر اُمت کی آسانی کے لیے نازل فرمائے تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع بیشک دین میں حجت ہے، لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ممکن معلوم نہیں ہوتا کہ جس چیز کا قرآن ہونا تواتر کے ساتھ ثابت ہو، اُسے وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دینے پر متفق ہوجائیں۔

حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ دراصل امت کو قرآن کریم کی حفاظت کا حکم ہوا تھا اور اسے ساتھ ہی یہ اختیار بھی دے دیا تھا کہ وہ سات حروف میں سے جس حرف کو چاہے اختیار کرلے، چنانچہ اُمت نے اس اختیار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اجتماعی مصلحت کی خاطر چھ حروف کی تلاوت چھوڑ دی اور ایک حرف کی حفاظت پر متفق ہوگئی۔ اس اقدام کا منشاء نہ اُن حروف کو منسوخ قرار دینا تھا اور نہ اُن کی تلاوت کو حرام قرار دینا تھا، بلکہ اپنے لیے اجتماعی طور پر ایک حرف کا انتخاب تھا۔

لیکن یہ جواب بھی اس لیے کمزور معلوم ہوتا ہے کہ اگر صورت یہی تھی تو کیا یہ مناسب نہ تھا کہ اُمت اپنے عمل کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے خواہ ایک حرف کو اختیار کرلیتی، باقی چھ حروف کا وجود سرے سے ختم کرنے کے بجائے اُسے کم از کم کسی ایک جگہ محفوظ رکھتی، تاکہ اُن کا وجود ختم نہ ہو، قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے:

﴿ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴾ [الحجر:۹]

''بلاشبہ ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

جب ساتوں حروف قرآن تھے تو اس آیت کا صاف تقاضا یہ ہے کہ وہ ساتوں حروف قیامت تک محفوظ رہیں گے اور کوئی شخص ان کی تلاوت چھوڑنا بھی چاہے تو وہ ختم نہیں ہوسکیں گے، حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس کی نظیر میں یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ قرآن کریم نے جھوٹی قسم کھانے کے کفارے میں انسانوں کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے، یا تو وہ ایک غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے، یا دس مسکینوں کو کپڑے دے۔ اب اگر اُمت باقی صورتوں کو ناجائز قرار دیئے بغیر اپنے عمل کے لیے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کرلے تو یہ اُس کے لیے جائز ہے، اسی طرح قرآن کے سات حروف میں سے اُمت نے ایک حرف کو اجتماعی طور پر اختیار کرلیا، لیکن یہ مثال اس لیے درست نہیں کہ اگر امت کفارۂ یمین کی تین صورتوں میں سے ایک صورت اس طرح اختیار کرلے کہ باقی صورتوں کو ناجائز تو نہ کہے لیکن عملاً ان کا وجود بالکل ختم ہوکر رہ جائے اور لوگوں کو صرف اتنا معلوم رہ جائے کہ کفارۂ یمین کی دو صورتیں اور تھیں جن پر اُمت نے عمل ترک کردیا، لیکن وہ صورتیں کیا تھیں؟ اُن کا جاننے والا بھی کوئی باقی نہ رہے تو یقیناً اُمت کے لیے ایسے اقدام کی گنجائش نہیں ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ باقی چھ حروف کو ترک کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں ان حروف کے اختلاف کی وجہ سے شدید جھگڑے ہورہے تھے۔ اس لیے حضرت عثمان نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے یہ مناسب سمجھا کہ ان سب کو ایک حرف پر متحد کردیا جائے، لیکن یہ بھی ایسی بات ہے جسے باور کرنا بہت مشکل ہے۔ حروف کے اختلاف کی بناء پر مسلمانوں کا اختلاف تو خود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا، احادیث میں ایسے متعدد واقعات مروی ہیں کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کو مختلف طریقے سے قرآن کریم کی تلاوت کرتے سنا تو باہمی اختلاف کی نوبت آگئی، یہاں تک کہ صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گلے میں چادر ڈال کر انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تھے۔ اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حروف کا یہ اختلاف سن کر میرے دل میں زبردست شکوک پیدا ہونے لگے تھے، لیکن اس قسم کے واقعات کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حروف سبعہ کو ختم کرنے کے بجائے انہیں حروف کی رخصت سے آگاہ فرمایا، اور اس طرح کوئی فتنہ پیدا نہیں ہوسکا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ بعید ہے کہ انہوں نے اس اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے کے بجائے چھ حروف ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا ہو۔

پھر عجیب بات ہے کہ علامہ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیئے اور قراءتیں (جو اُن کے قول میں حروف سے الگ ہیں) جوں کی توں باقی رکھیں، چنانچہ وہ آج تک محفوظ چلی آتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ افتراق و اختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف پر قرآن کی تلاوت جاری رکھنے میں تھا کیا وہی اندیشہ قراءات کے اختلاف میں نہیں تھا؟ جبکہ ان قراءتوں کی روشنی میں بعض مرتبہ ایک ایک لفظ بیس بیس مختلف طریقوں سے پڑھا جاتا ہے؟ اگر چھ حروف ختم کرنے کا منشاء یہی تھا کہ مسلمانوں میں اتحاد پیدا ہو اور وہ سب ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقہ سے قرآن کی تلاوت کیا کریں تو قراءتوں کے اختلاف کو آخر کیوں ختم نہیں کیا گیا؟ جب قراءات کے اختلاف کو باوجود مسلمانوں کے انتشار کو روکا جاسکتا تھا اور مسلمانوں کو یہ سمجھایا جاسکتا تھا کہ ان تمام طریقوں سے تلاوت جائز ہے تو یہی تعلیم حروف سبعہ کے باب میں فتنہ کا سبب کیوں سمجھ لی گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ حافظ ابن جریر رحمہ اللہ کے قول پر 'حروف سبعہ' اور 'قراءات' کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ایسی حیرت انگیز دو عملی منسوب کرنا پڑتی ہے جس کی کوئی معقول توجیہ سمجھ میں نہیں آتی۔

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف اتنے بڑے اقدام کی نسبت کسی صریح اور صحیح روایت کی بناء پر نہیں بلکہ بعض مجمل الفاظ کی قیاسی تشریح کے ذریعہ کی گئی ہے۔ جن روایات میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے جمع قرآن کا واقعہ بیان ہوا ہے اس میں اس بات کی کوئی صراحت نہیں ہے کہ انہوں نے چھ حروف کو ختم فرما دیا تھا بلکہ اس کے خلاف دلیلیں موجود ہیں جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ اب کسی صحیح اور صریح روایت کے بغیر یہ کہنا کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن چھ حروف کو بالکل بے نشان کردینا گوارا کرلیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار فرمائش پر بذریعہ وحی نازل ہوئے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جمع وترتیبِ قرآن کے نیک کام میں محض اس لیے تأمل رہا ہو کہ یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، جنہوں نے قرآن کریم کے ایک ایک لفظ کو محفوظ رکھنے میں اپنی عمریں کھپائی ہوں اور جنہوں نے منسوخ التلاوۃ آیات تک کو محفوظ کرکے اُمت تک پہنچایا ہو، اُن سے یہ بات بے انتہا بعید ہے کہ وہ سب کے سب چھ حروف کو ختم کرنے پر اس طرح متفق ہوجائیں کہ آج اُن حروف کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہے، جن آیات کی تلاوت منسوخ ہوچکی تھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انہیں بھی کم ازکم تاریخی حیثیت میں باقی رکھ کر ہم تک پہنچایا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ وہ 'حروف' جن کے بارے میں حافظ ابن جریر رحمہ اللہ بھی تسلیم فرماتے ہیں کہ وہ منسوخ نہیں ہوئے، بلکہ محض مصلحۃً اُن کی قراءت وکتابت ختم کردی گئی، اُن کی کوئی ایک مثال کسی ضعیف روایت میں بھی محفوظ نہ رہ سکی۔

یہی وجہ ہے کہ بیشتر محقق علماء نے حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے اس قول کی تردید فرمائی ہے۔ [علوم القرآن: ۱۱۹، ۱۲۱]

اس کے علاوہ متعدد علماء نے اس پر کئی ایک اعتراضات کئے ہیں۔ شیخ الزرقانی رحمہ اللہ نے مناهل العرفان میں کہا ہے کہ ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے مؤقف پر بارہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں، جنہیں مولانا قاری طاہر رحیمی صاحب نے دفاع قراءات میں بھی درج کیا ہے ہم شیخ زرقانی رحمہ اللہ کے اعتراضات کو قاری طاہر رحیمی کی زبانی نقل کرتے ہیں:

① اس قول کا رجوع، لفظی اختلاف کی سات انواع تو کُجا اُن میں سے صرف ایک کامل نوع کی طرف بھی نہیں ہوتا بلکہ صرف ایک نوع کے بعض حصے یعنی إبدال کلمه بأخرىٰ علىٰ شرط الترادُف ہی کی طرف ہوتا ہے تو قراءات متواترہ مکتوبة بین دفتي المصحف کی اس نوع کے علاوہ دیگر متعدد انواع جو تا قیامت باقی ہیں اُن انواع کے احاطہ سے یہ قول، قاصر اور اُن کے لیے غیر جامع ثابت ہوا۔ [مناہل: ۱۶۸]

② قول ہذا کے قائلین کے نزدیک اس وقت سبعہ احرف میں سے صرف ایک حرف باقی ہے اور باقی چھ احرف کا قطعی کوئی وجود نہیں لیکن یہ حضرات کسی بھی دلیل سے اُن چھ احرف کی منسوخیت یا مرفوعیت قطعاً ثابت نہیں کرسکتے ہیں۔

③ اس مسلک کے قائلین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک حرف کے ثبوت اور بقیہ چھ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَحرف کے ترک پر اجماع منعقد ہو چکا ہے لیکن اجماع کا یہ دعویٰ قطعاً بے دلیل ہے۔

④ ان حضرات کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ ''عہد عثمانی میں عثمانی مصاحف کا لکھوانا اُمت کی جانب سے احرف ستہ کے ترک اور صرف اُس ایک حرف کی بقاء و اقتصار پر اجماع ہے جو عثمانی مصاحف میں لکھا گیا ہے'' باوجود یہ کہ دلائل سے یہ اَمر ثابت ہے کہ عثمانی مصاحف میں حرفاً حرفاً ساتوں احرف باقی ہیں۔

⑤ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ ''عہد عثمانی میں اختلاف قراءات کی وجہ سے اُمت کا اس حد تک تنازع ہوا کہ بعض نے بعض کی تکفیر تک شروع کردی اور اس فتنہ پردازی کے خوف سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں اُس وقت کے بقید حیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ مناسب سمجھا کہ سب لوگوں کو ایک ہی حرف پر جمع کر کے باقی چھ احرف کو ترک کردیا جائے۔'' لیکن ان حضرات کی توجہ اس جانب مبذول نہ ہوسکی کہ تعدُّدِ وجود قراءات تو درحقیقت منجانب اللہ اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رحمت کا معاملہ ہے اور ان وجود کا تو خود حضور علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کر کے تخفیف کی درخواست فرمائی تھی اور متعدد وجوہ قراءات کا حوالہ دے کر ہی تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزاع و جدال کا عقدہ حل فرمایا تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے تسلیم کرنے پر آمادہ کیا تھا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فعل و سلوک نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت و تخفیف والے اُس دروازے کو کیونکر بند کرسکتے تھے جس کو ذات خُداوندی نے خاص اُمت اسلامیہ کے لیے مفتوح فرمایا تھا۔ [صفحہ:۱۶۹]

⑥ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اس امر کی تقریر فرمائی ہے کہ کوئی بھی شخص، احرف سبعہ نازلہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق پڑھے اُسی میں وہ حق وصواب طریقہ پر پہنچے گا۔ اور کسی بھی شخص کے لیے قطعاً یہ اجازت نہیں کہ وہ کسی بھی شخص کو احرف سبعہ نازلہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق پڑھنے سے منع کرے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف قراءات کی بابت باہم اختلاف کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک صحابی سے یہی فرمایا هکذا أنزلت ، أصبت ، أحسنت، نیز جب اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اختلاف قراءات کے تسلیم کرنے کے بارے میں کچھ تردّد لاحق ہوا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے سینے پر دست مبارک مار کر اُن کے تردّد کو دور فرما دیا۔ علی ہذا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: «فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوْا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوْا» نیز روایت ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں فرمان عالی ''کلاکما محسن'' اور روایت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ میں ارشاد نبوی «فَأَيَّ ذٰلِكَ قَرَأْتُمْ أَصَبْتُمْ» نیز حضور علیہ السلام کا، اختلاف قراءات کا مقدمہ لے کر حاضر خدمت ہونے والے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ وغیرھما) کے معارضہ پر ان کی موافقت نہ فرمانا بلکہ ان کی تردید فرما کر ہر دو طُرق اختلاف قراءات کی تصدیق فرمانا، نیز ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم «فَلَا تَمَارَوْا فِيْهِ فَإِنَّ الْمِرَاءَ فِيْهِ كُفْرٌ» . یہ تمام اُمور بلاریب اس امر کی دلیل ہیں کہ کسی بھی شخص کو نازل شدہ احرف سبعہ میں سے کسی بھی حرف کے موافق تلاوت کرنے سے منع کرنے کی قطعی ممانعت ہے۔ ایسی صورت حال میں یہ کہنا کیونکر درست ہے کہ ''عہد عثمانی میں صرف ایک حرف کو باقی رکھ کر باقی چھ حروف کو متروک قرار دے دیا گیا تھا۔'' [صفحہ:۱۴۳]

⑦ مصاحف عثمانیہ رضی اللہ عنہ کو اُن صحف بکریہ سے نقل کیا گیا تھا جو اختلاف حروف قراءات کے سبب اقطار اسلام میں نزاع و شقاق کی صورت حال پیدا ہونے سے پہلے لکھے گئے تھے اور صحف بکریہ ساتوں احرف کے جامع و حامل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے، کیونکہ اُس وقت تک نزاع و شقاق کی وہ صورت حال پیدا نہ ہوئی تھی جو ان حضرات کے خیال کے مطابق صرف ایک حرف پر اقتصار و اکتفاء کی متقاضی و باعث بنی اور یہ بات کسی بھی دلیل سے ثابت نہیں کہ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صحف بکریہ میں سے کسی ایک حرف کو بھی ترک کیا ہو چہ جائیکہ پورے چھ کے چھ احرف ہی کو ان حضرات نے اُڑا دیا ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ چیز ہم تک متواتراً منقول ہوتی باوجود یہ کہ غیر متواتر طریق سے بھی یہ چیز ثابت نہیں ہوئی، معلوم ہوا کہ عہد عثمانی میں چھ احرف کی متروکیت کا قضیہ قطعی بے بنیاد ہے۔ [صفحہ: ۱۷۰]

⑧ اگر قائلین مسلکِ ہذا کے قول کے مطابق عہد عثمانی میں اُمت چھ احرف کے ترک اور صرف ایک ہی حرف کے ابقاء پر متفق ہوگئی ہوتی تو ناممکن ہے کہ اس کے بعد بھی علماء خواہ مخواہ ان اَحرفِ سبعہ کی تفسیر کے متعلق چالیس اَقوال کی حد تک باہم اختلاف کرتے اور قائلین مسلک ہذا کے علی الرغم یہ سب علماء اس اَمر پر متفق الرائے ہوجاتے کہ یہ ساتوں احرف باقی و ثابت ہیں جبکہ اجماع علماء، حجت ہے لہٰذا ان ساتوں ہی احرف پر باقی و ثابت تسلیم کرنا ہوگا۔

⑨ اگر یہ تسلیم بھی کر لیں کہ بزمانۂ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ، اقطار الارض میں نزاع مسلمین کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس بات پر مجبور ہوگئے تھے کہ سب مسلمانوں کو تلاوت قرآن کے بارے میں صرف ایک ہی حرف پر جمع کردیا جائے تو پھر بھی یہ اشکال ہے کہ بقاعدۂ الضرورۃ تقدر بقدرھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایسی صورت حال میں صرف قراءات کی حد تک تو ان چھ احرف کی ممانعت کردیتے مگر کم اَز کم تاریخ کے صفحات میں تو ان کے تذکرہ کو ضرور برقرار رکھتے باوجود یہ کہ یہ احرف ستہ نہ تلاوۃً منسوخ ہیں نہ حکماً اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم و سلف صالحین و اکابر عظام نے تو ان سے بھی کمتر چیزیں مثلاً آیات منسوخہ، قراءات شاذہ، احادیث منسوخہ بلکہ احادیث موضوعہ تک اوراق تاریخ میں محفوظ کردی ہیں۔ پس جب تاریخ میں بھی ان احرف ستہ مترادفہ متروکہ کا کوئی ذکر موجود نہیں تو لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ قراءات متداولہ میں بھی یہ سب کے سب احرف ثابت و باقی ہیں (معلوم ہوا کہ احرف سبعہ، کلمات مترادفہ کے معنی میں نہیں بلکہ سبعہ لغات وغیرہ ان احرف سبعہ کے مصداق ہیں۔) [صفحہ: ۱۷۱]

⑩ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دفاع قرآن اور محافظت قراءات میں اس قدر متصلب و بیدار مغز و محتاط تھے کہ جہاں کہیں کوئی معمولی سی نئی بات بھی اپنے اَخذ کردہ طریقۂ اَدا کے برخلاف سنتے فوراً پوری ہمت و تندہی کے ساتھ اس کے خلاف برسرپیکار ہوجاتے اپنے مؤقف پر انتہائی سختی و مضبوطی کامل جرأت و قوت کے ساتھ جم جاتے اور کامل تشفی و تسلی ہوئے بغیر قطعاً اس سے ہٹنے کا نام نہ لیتے۔ دیکھئے! ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اپنی قراءات میں فی الواقع حق پر تھے اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے وہ یہ بھی کہتے جارہے تھے کہ مجھے یہ قراءات جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے مگر اس کے باوجود عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کی ایک نہ سُنی اور ان کو کشاں کشاں خدمت نبویہ ﷺ میں لے آئے اور فیصلہ کے خواستگار ہوئے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے ہشام رضی اللہ عنہ کی قراءت کی تصویب فرما دی تب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُنہیں چھوڑا۔ ایسی صورت حال میں یہ قطعاً ناممکن و مستبعد ہے کہ عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے چھ احرف کے ترک پر اجماع کرلیا ہو۔ [مناہل: ۱۴۴، ۱۴۵]

⑪ قراءاتِ حاضرہ متداولہ میں الفاظ مترادفہ نیز لغات قبائل وغیرہ کی قسم سے مختلف اَنواع کا اختلاف پایا جاتا ہے لیکن اس مذہب کے قائلین کی رائے کے موافق، باوجود اس قدر کثرت و وسعت کے پورے کے پورے اختلاف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رجوع صرف ایک ہی حرف کی طرف ہورہا ہے، جو باطل ہے۔

⑭ احرف سبعہ کی حکمت، قرآنی اداء میں اُمت اسلامیہ کو تخفیف و آسانی کا مہیا کرنا ہے اور یہ حکمت تبھی باقی رہ سکتی ہے جبکہ پورے کے پورے سبعہ اَحرف کو باقی مانا جائے لہٰذا چھ احرف کی متروکیت کا قول غلط ہے۔

[مناہل: ۱۷۲]

ان کے علاوہ مزید چند ایک اعتراضات ایسے ہیں جو ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کی ترجیح میں ہمارے سامنے حائل ہیں:

① اس بارے میں ایک اہم دلیل یہ ہے کہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کو جمع کرنے کا پروگرام مرتب کیا تو سب سے پہلے صحابہ کو خطاب فرمایا جس میں صحابہ سے اس بات کا اِقرار لیا گیا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قرآن سبعہ اَحرف پر اترا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ اتنے صحابہ نے ہاتھ کھڑے کرکے گواہی دی کہ ان کا شمار مشکل تھا۔

اس حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اگر حروف ستہ کو منسوخ کرنا تھا، جیسا کہ ابن جریر رحمہ اللہ کا مؤقف ہے، تو صحابہ سے نزول سبعہ اَحرف کے باب میں تائید کی ضرورت ہرگز نہ تھی بلکہ سوال یوں کرتے کہ کیا تم جانتے ہو کہ سبعہ اَحرف کو اللہ رب العزت نے انسانوں کی آسانی کی خاطر اتارا تھا اور اُمت کو یہ اختیار بخشا تھا کہ اس میں سے جس کو چاہے اختیار کرلیں۔ اور آج چونکہ اُمت میں ایسا اختلاف پیدا ہوگیا ہے جس کی وجہ سے ضروری ہے کہ احرف ستہ کو ختم کردیا جائے اور ایک حرف کو باقی رکھ کر اختلاف کا سدباب کیا جائے، اس پر مجھے جمیع اصحاب کی رائے درکار ہے۔ اور صحابہ اس پر اتفاق کرلیتے۔ یہ صورت تھی کہ وہ صحابہ سے مشورہ کرتے اور اُمت کے سامنے واضح ہوجاتا کہ واقعی احرف ستہّ جو کہ صرف مترادفات کا اختلاف ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے باجماع صحابہ ختم فرمادیے تھے۔

اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا صحابہ سے یہ پوچھنا کہ سبعہ اَحرف کا واقعی نزول ہوا ہے؟ تو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ سبعہ اَحرف کی بقاء کے لیے اور اس کے مطابق مصاحف تیار کرنے کے لیے صحابہ سے بھی مہر توثیق ثبت کروانا چاہتے تھے۔ لہٰذا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ عمل ہی احرف ستہ کے عدم تنسیخ و توقیف پر ظاہر و باہر ہے چہ جائیکہ مزید خارجی قرائن بھی اس کے مؤید ہوں۔

② امام ابن جریر رحمہ اللہ کے مؤقف کے مطابق اَحرفِ سبعہ سے مراد صرف مترادفات کا اختلاف ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ جو اختلاف آج کل موجود ہے وہ کیا اَحرف سبعہ کے نزول سے پہلے کا ہے؟ اور اگر پہلے کا ہے تو کیا صرف قریش کے لیے ان جمیع لہجات کو نازل کیا گیا تھا؟ یعنی امالہ بھی ان کے لیے نازل کیا گیا اور تحقیق بھی؟ ابدال بھی ان کی مشکل کو رفع کرنے کے لیے اُتارا گیا اور تسہیل کے نزول کی بھی یہی غرض تھی؟ اور یہی مسئلہ ادغام و اظہار وغیرہ کے نزول میں پیش نظر تھا؟۔ تو یہ بات تو عملی طور پر ممکن ہی نہیں ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے افراد کئی ایک لہجات کے حامل ہوں جبکہ علماء لغت اور ائمہ قراءات نے اس بات کی صراحت بھی کی ہے کہ فلاں طرز اَدا کا تعلق فلاں قبیلے سے تھا مثلاً ھمزہ کے بارے میں یہ قول معروف ہے کہ قریش ھمزہ نہیں پڑھتے تھے بلکہ ابدال کرتے تھے وغیرھم۔ اور اگر یہ کہا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے کہ نہیں یہ جمیع اختلافات بعد ازاں نازل ہوئے ہیں تو کب نازل ہوئے؟ اوران کے بطور قرآن نزول کی تاریخ اور دلیل کیا ہے؟ آپ انتہائی محنت اور جانفشانی سے ذخیرۂ حدیث کھنگال لیں تو سوائے ”أنزل القرآن علی سبعة أحرف“ کے، ایسی کوئی ایک روایت بھی نہ ڈھونڈ سکیں گے۔ اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کا نزول ہوگیا تھا تو پھر باقی جمیع احرف کو ختم کرکے صرف انہی اختلافات کو باقی رکھنے کی کیا دلیل ہے؟ یقیناً مذکورہ سوالات کا اس کے علاوہ کوئی بھی جواب ممکن نہیں ہے کہ یہ جمیع اختلاف قراءات سبعہ احرف کے ہی ذیل میں داخل ہیں اور سبعہ احرف ہی کے ذریعہ ان کا نزول ہوا ہے اور انہیں اختیار کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کی جو تشریح حافظ ابن جریر رحمہ اللہ نے فرمائی ہے وہ ایک ناقص، مرجوح اور ناقابل فہم تشریح ہے جو اپنے اندر بے شمار لاینحل پیچیدگیاں لیے ہوئے ہے۔

سبعہ اَحرف بمعنی سبع لغات متفرقة فی القرآن

اس قول کے قائلین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ، ابن عطیہ رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ، ثعلب رحمہ اللہ، احمد الازھری رحمہ اللہ اور امام دانی رحمہ اللہ وغیرہم شامل ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ

”نزل القرآن بلغة مضر“ [فتح الباری:۹/۲۷]

”قرآن کریم مضر کی لغت میں نازل کیا گیا ہے۔“

- حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

”وعين بعضهم فيما حكاه ابن عبد البر السبع من مضر أنهم هذيل وكنانة وقيس وضبة وتيم الرّباب وأسد بن خزيمة وقريش فهذه قبائل مضر تستوعب سبع لغات.“

”بعض لوگوں نے لغاتِ مضر کی تعیین بھی کی ہے۔ جیسا کہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ مضر کی سات لغات سے ھذیل، کنانہ، ضبۃ، قیس، تیم الرباب، اسد بن خزیمہ اور قریش مراد ہیں۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ

”نزل القرآن على سبع لغات منها خمس بلغة العجز من هوازن والعجز سعد بن بكر وجشم ابن بكر ونصر بن معاوية و ثقيف و هؤلاء كلهم من هوازن ويقال: هم عليا هوازن.“

[فتح الباری:۸/۲۷]

”قرآن کریم سبع لغات پر نازل کیا گیا ہے جن میں پانچ عجز ھوازن سے ہیں جن میں سعد بن بکر، جیشم بن بکر، نصر ابن معاویہ اور ثقیف کی لغات شامل ہیں، انہیں علیا ھوازن بھی کہا جاتا ہے۔“

ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ

سبعہ لغات کے قول کی نمائندہ شخصیت ابوعبید ہی ہیں، فرماتے ہیں:

”نزل القرآن على سبعة أحرف والأحرف لا معنى لها إلا اللغات.“ [فضائل القرآن:۲/۱۷۵]

”قرآن سبعہ اَحرف پر نازل ہوا ہے اور سبعہ اَحرف کا معنی صرف اور صرف لغات ہیں۔“

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”ليس معنى تلك السبعة أن يكون الحرف الواحد يقرأ على سبعة أوجه هذا شيء غير موجود ولكنه عندنا إنه نزل على سبع لغات متفرقة في جميع القرآن من لغات العرب فيكون الحرف منها بلغة قبيلة والثاني بلغة أخرى سوى الأولى والثالث بلغة أخرى سواهما كذلك إلى السبعة وبعض الأحياء أسعد بها وأكثر حظاً فيها من بعض .“

[فضائل القرآن:۲/۹،۱۶۸]

”سبعہ اَحرف کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ ایک ہی حرف میں سات وجوہ پائی جائیں ایسا بالکل موجود نہیں۔ بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن سبع لغات پر نازل ہوا ہے جو متفرق طور پر قرآن میں موجود ہیں۔ ایک حرف ایک لغت پر، دوسرا دوسری پر اور تیسرا ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری لغات پر ہے یہاں تک کہ سات لغات مکمل ہوجائیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تمام قبائل کی لغات ایک ہی تناسب سے موجود ہوں بلکہ بعض قبائل اس میں زیادہ سعادت مند ٹھہرے ہیں کہ ان کی لغات پر قرآن کا زیادہ حصہ نازل ہوا ہے۔“

امام ابوحاتم السجستانی رحمہ اللہ

◉ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”نزل بلغة قريش وهذيل و تميم والأزد و ربيعة و هوازن و سعد بن بكر .“

”قرآن کریم لغت قریش، ہذیل، تمیم، ازد، ربیعہ، ہوازن اور سعد بن بکر پر نازل ہوا ہے۔“

[الاتقان:۱/۹۵، فتح الباری:۹/۲۷]

ابن عطیہ رحمہ اللہ

ابن عطیہ رحمہ اللہ بھی سبعہ اَحرف کی تشریح سبعہ لغات سے کرتے ہیں اور اس پر اُنہوں نے المحرر الوجیز کے مقدمہ میں تفصیلی بحث کی ہے اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ قرآن کریم کو سبعہ لغات پر ہی کیوں اُتارا گیا ہے، ذیل میں ہم صرف ان کا سبعہ اَحرف بمعنی سبعہ لغات کے باب میں تائیدی قول پیش کرتے ہیں:

”إن القرآن منزل على سبعة أحرف من اللغات والإعراب وتغيير الأسماء والصور وإن ذلك مفترق في كتاب الله ليس بموجود في حرف واحد وسورة واحدة .“

[المحرر الوجيز:۱/۴۰،۳۹]

”بلا شبہ قرآن کریم لغات کی سات اقسام پر نازل کیا گیا ہے جس میں اعراب، اَسماء اور الفاظ کی شکل کی تبدیلی کا اختلاف شامل ہے جو کسی ایک کلمہ میں نہیں بلکہ پورے قرآن میں پھیلا ہوا ہے۔“

دوسری جگہ مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وأنا ألخص الغرض جهدي بحول الله ، فأصل ذلك وقاعدته قريش ثم بنو سعد بن بكر لأن النبي ﷺ قرشي و استرضع في بني سعد و نشأ فيهم ثم ترعرع وعقت تمائمه وهو يخالط في اللسان كنانة وهذيلاً وثقيفا و خزاعة وأسداً وضبة وألفافها لقربهم من مكة و تكرارهم عليها ثم بعد هذه تميماً وقيساً ومن إنضاف إليهم وسط الجزيرة العرب فلما بعثه الله تعالىٰ ويسّر عليه أمر الأحرف أنزل عليه القرآن بلغة هذه الجملة المذكورة .“

[المحرر الوجيز:۱/۴۲]

”میں پوری بحث کو یوں دیکھتا ہوں کہ بنیادی زبان، جس پر قرآن نازل ہوا، قریش ہے اور پھر بنوسعد بن بکر۔ کیونکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ خود قریشی ہیں اور آپ ﷺ نے پرورش اور نشو ونما بنو سعد میں پائی ہے اسی طرح آپ کی زبان میں کنانہ، ھذیل، ثقیف، خزاعہ، اسدان کے حلفا کی ملاوٹ ہے نیز آپ ﷺ قیس وتمیم اور وسطی جزیرۃ العرب کی لغات کے بھی امین ہیں۔ لہٰذا جب اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو قرآن کو ان جملہ عرب کے افصح لہجوں کی پوشاک پہنائی۔''

- امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں فرماتے ہیں:

"إنه الصحیح أي المراد اللغات السبع" [البرھان:۱/۱۰۷]

''صحیح ترین مذہب یہی کہ اَحرف سبعہ سے مراد لغات سبعہ ہیں۔''

اسی طرح امام محمد الازہری الشافعی رحمہ اللہ اپنی کتاب التھذیب میں فرماتے ہیں:

''مختار مذہب یہی ہے کہ اَحرفِ سبعہ سے مراد سبعہ لغات ہی ہیں۔'' [البرھان:۱/۲۰۹]

ان کے علاوہ احمد بن الثعلب النحوی اور صاحب قاموس فیروز آبادی کا بھی یہی مذہب کہ سبعہ اَحرف کی صحیح تشریح سبعہ لغات ہی ہیں۔

مذکورہ قول پر وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کا تجزیہ

مذکورہ قول پر ابھی تک جو اعتراضات کئے گئے وہ تین سے زیادہ نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم ان اعتراضات کو پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی علمی اور عقلی حیثیت واضح کرتے ہیں:

پہلا اعتراض

اس قول پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس کے حاملین نے سبعہ لغات کی تعیین میں اختلاف کیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوعبید قاسم بن سلام رحمہ اللہ اور ابوحاتم سجستانی رحمہ اللہ وغیرہم نے سبعہ لغات کا مصداق جن قبائل کو ٹھہرایا ہے وہ مختلف ہیں۔ لہٰذا سبعہ اَحرف کی یہ تشریح قابل قبول نہیں ہے۔

اس اعتراض کی کوئی علمی حیثیت نہیں ہے، کیونکہ مذکورہ جمیع حضرات دو باتوں میں متفق ہیں۔ پہلی بات یہ کہ سبعہ اَحرف کی تشریح لغات عرب سے ہی کی جائے گی اور سبعہ لغاتِ عرب کوئی مترادفات کی قسم کا اختلاف نہیں ہے بلکہ سبعہ لغات قرآن مجید میں بکھری ہوئی ہیں۔ اب اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ وہ کون سے افصح ترین قبائل ہیں جن کی لغات پر قرآن نازل ہوا ہے۔ اس بارے میں ہر ایک شخص، جو لغت ولسانیات کا ماہر اور عالم ہے، کا اپنا مشاہدہ ہے۔ اور آدمی کے کسی چیز کو دیکھنے کے خاص زاویے ہوتے ہیں جن کے مطابق وہ کسی چیز کو پرکھتا ہے۔ اس لیے تعیینِ قبائل میں مختلف الاقوال ہونا اس کے ضعف کا باعث نہیں ہے۔ اور اس سے قول کی بنیادی صحت پر کوئی زد نہیں پڑتی، کیونکہ وہ بہرحال سبعہ لغات قبائل عرب ہی ہیں۔

دوسرا اعتراض

اس قول پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں تو تقریباً جمیع قبائل عرب کی لغات موجود ہیں جو کہ عملاً ثابت بھی ہو چکا ہے۔ تو پھر یہ کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ سبعہ احرف سے مراد سبعہ لغات عرب ہیں۔

یہ اعتراض یقیناً ایک اہم اعتراض ہے کہ استقراء عملاً اس بات کا اِنکار کررہا ہے کہ قرآن مجید فقط لغات سبعہ پر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی منحصر ہو۔ یقیناً یہ بات اسی طرح ہی ہے کہ قرآن مجید میں دیگر قبائل عرب کی لغات بھی موجود ہیں جن کی تعداد سات سے بہت زیادہ ہے لیکن اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم سات لغات سے زائد پر اُترا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم میں اگر کسی لغت کے ایک دوحرف موجود ہیں تو اس کا قطعاً مطلب یہ نہیں ہے کہ قرآن کریم میں باقاعدہ اس لغت کا لحاظ رکھا گیا ہے بلکہ قرآن کریم میں جن لغات کا زیادہ حصہ موجود ہے تو ان میں سے بھی ان کی وہی لغات منتخب کی گئی ہیں جو فصیح تھیں اور ان کے جو استعمالات غیر فصیح اور ردی قسم کے تھے ان کا یکسر خیال نہیں کیا گیا۔ اور جن لغات کے ایک دو الفاظ موجود ہیں وہ ان لغات سے نہیں لیے گئے بلکہ وہ لغت قریش سے ہی ماخوذ ہیں کیونکہ قریش مرجع الخلائق تھے۔ان کے پاس جمیع عرب کی آمدورفت رہتی تھی اور وہ کسی بھی لغت کے بہترین الفاظ جوانہیں پسند آتے، اختیار کر لیتے تھے اور ان کا عام بول چال میں استعمال شروع کردیتے تھے۔لغت قریش کے افصح اللغات ہونے کی بھی بنیادی وجہ یہی ہے۔ جس کا اظہار کئی ماہرین لغت و بیان نے بھی کیا ہے۔جیسا کہ قاری طاہر رحیمی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

١ لغت قریش اپنے ماحول کی بہت سی لغات سے متاثر ہوئی ۔ دوسری لغات کے بہت سے الفاظ اور صیغے چن کر قریش نے اپنی لغت میں شامل کر لئے تھے جس کے متعدد عوامل ومواقع انہیں مہیا ہوتے تھے مثلاً وہ بیت اللہ کے مجاورین اور مرجع الخلائق تھے، سردی وگرمی میں قریش دو اسفار کرتے تھے، عرب میں متعدد بازار لگتے تھے، شعر ونقدِ ادبِ عربی کی مختلف مجالس منعقد ہوا کرتی تھیں۔ پس جب ہم لغتِ قریش بولتے ہیں تو گویا ہم اس سے وہ پوری لغت عربیہ مشترکہ مراد لیتے ہیں جو عرب کے ان جملہ چیدہ چیدہ فصیح ادباء، شعراء، خطباء کیمشترکہ زبان تھی جنہیں قرآن نے اپنے مثل صرف ایک سورت یا صرف ایک جملہ ہی بنا کر پیش کرنے کا چیلنج کیا تھا۔[حیات ترمذی:٦٧٧]

٢ وكانت قريش أجود انتقاداً للأفصح من الألفاظ وأسهلها على اللسان عند النطق وأحسنها جرساً وإيقاعا في السمع وأقواها إبانة عما يختلج في النفس من مشاعر وأحاسن وأوضحها تعبيراً عما يجول في الذهن من فكر ومعان لذلك غدت قريش أفصح العرب .

[الصاحبي في فقه اللغة:٢٣]

''قریش' دیگر قبائل کے لغات ولہجات میں سے انتخاب وچناؤ کے بارے میں سب سے زیادہ باذوق واقع ہوئے تھے کہ وہ ایسے الفاظ کا انتخاب کرتے جو انتہائی فصیح ہوتے، بولتے وقت زبان پر بہت آسان، سننے میں پرشوکت، اندرونی جذبات واحساسات کے اِظہار میں سب سے قوی اور ذہنی اَفکار ومعانی کی تعبیر میں انتہائی واضح ہوتے تھے لہٰذا قریش افصح العرب قرار پائے۔''

٣ قال الفراء: كانت العرب تحضر الموسم في كل عام وتحج البيت في الجاهلية ، وقريش يسمعون لغات العرب فما استحسنوه من لغاتهم تكلموا به فصاروا أفصح العرب وخلت لغتهم من مستبشع اللغات ومستقبح الألفاظ . وذهب ثعلب في إماليه مذهب الفراء .

[المزهر:١/٢١١،٢٢١]

''فراء کہتے ہیں کہ عرب ہر سال موسم میں آتے اور جاہلیت کے طریقے پر حج کرتے تھے، قریش اس موقع پر سب عرب کی لغات سنتے اور جو لغت انہیں اچھی لگتی اسے بولنا شروع کردیتے تھے۔ اس طرح وہ افصح العرب بن گئے اور ان کی لغت کریہہ وقبیح الفاظ سے خالی محفوظ ہوگئی۔ امالی میں ثعلب نے بھی یہی فراء رحمہ اللہ والی تقریر کی ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

❹ علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

”قول من قال: إن القرآن نزل بلغة قريش معناه عندي ”في الأغلب“ -والله أعلم- لأن غير لغة قريش موجودة في صحيح القراءات من تحقيق الهمزات ونحوها وقريش لا تهمز.“

[تفسیر القرطبی: ۱/۳۳]

”جس قائل نے یہ کہا ہے کہ ”قرآن لغت قریش میں نازل ہوا ہے“ میرے نزدیک اس کا مقصد یہ ہے کہ ”اکثر و بیشتر ایسا ہی ہے“ واللہ اعلم۔ وجہ یہ ہے کہ قراءات صحیحہ میں غیر لغت قریش بھی موجود ہے مثلاً ہمزات وغیرہ کی تحقیق (بلغۃ تمیم) باوجودیکہ قریش تحقیق نہیں کرتے (بلکہ ابدال کرتے ہیں)“ [حیات ترمذی: ۶۷۸]

تیسرا اعتراض

اس قول پر تیسرا اعتراض جو اکثر کیا جاتا ہے اور عموماً اسی کی بنیاد پر اس قول کو مرجوح بھی قرار دیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ بخاری شریف اور دیگر کتب حدیث میں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کا قصہ مذکور ہے وہ اس بات کا اِنکار کرتا ہے کہ سبعہ اَحرف سے مراد سبعہ لغات ہیں، کیونکہ اس قول سے یہ مفہوم اخذ ہوتا ہے کہ قبائل عرب کو سبعہ اَحرف کے ذریعہ جو آسانی دی گئی وہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی اپنی لغت میں تلاوت کرے تاکہ اُسے قرآن پڑھنے میں مشکل نہ ہو، جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور ہشام رضی اللہ عنہ دونوں قریشی ہیں۔ ان کا اختلاف اس قول کے موافق اس بات کا متقاضی ہے کہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کسی دوسری لغت پر تلاوت کررہے ہیں یا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری لغت کے مطابق قرآن سکھلایا تھا۔

اس کا ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا ہشام رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہوں اور آپ کسی کو دوسری لغت کے مطابق قرآن پڑھا رہے ہوں۔ انہوں نے سن کر یاد کرلیا ہو اور اسی کے مطابق پڑھنا شروع کردیا ہو، یہ جواب اس لیے اطمینان بخش نہیں ہے کہ خود الفاظ حدیث اس کا اِنکار کررہے ہیں کیونکہ ہشام اس بات کے مدعی تھے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے پڑھایا ہے جبکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے نہیں پڑھایا یعنی صرف یہ سماعت کی بنیاد پر تلاوت نہیں ہورہی تھی بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پڑھایا تھا۔

اس کا ہماری نظر میں صحیح اور قرین قیاس جواب یہ ہے کہ نہ تو حضرت ہشام رضی اللہ عنہ لغت قریش کے خلاف پڑھ رہے تھے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لغت قریش کے علاوہ کسی دوسری لغت پر قرآن کریم سیکھا تھا بلکہ دونوں ہی لغت قریش پر تلاوت کرتے تھے، اور مذکورہ مسئلہ جس کی وجہ سے ان کے مابین نزاع ہوا ہے یہ اِختیارات کا مسئلہ تھا نہ کہ لغات کا۔ وہ اس طرح سے کہ اللہ رب العزت نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ کوئی بھی شخص اپنی پسند اور اختیار کے مطابق قراءت کرسکتا ہے، یعنی ترتیب (Set) اپنی مرضی سے بنائی جاسکتی ہے۔ جس کو اس مثال سے زیادہ سمجھنا آسان ہے کہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہم یہ جمیع انصاری صحابہ ہیں، لیکن تمام کے قرآن پڑھنے کے انداز مختلف تھے جو حرف ابی رضی اللہ عنہ، حرف ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حرف زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حرف ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں اور ان کی قراءت میں خاصا اختلاف تھا جیسا کہ کتب میں موجود ہے۔ اور بعینہٖ یہی مسئلہ سیدنا ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف کا تھا یعنی لغت کا اختلاف نہیں بلکہ اختیارات کا اختلاف تھا۔ اس کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ حروف تو صرف سات اترے تھے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور آج جو صحیح اور متواتر روایات اور طرق ہیں، جس کے مطابق قرآن پڑھنا درست ہے، ان کی تعداد اَسّی[8] ہے تو یہ سب بھی اختیارات کی بنیاد پر ہوا ہے۔

راجح مؤقف

ہمارے فہم میں راجح مؤقف امام ابوعبید رحمہ اللہ وغیرہم کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو اَحرف کی تشریح کسی ریاضیاتی اور استقرائی قول کی بنیاد پر نہیں کرنی پڑتی جس کا صدور آپﷺ کے اَحوال وظروف میں ممکن ہی نہ ہو اور ایک بے جا تکلف محسوس ہو، اور نہ ہی اس کی ایسی تشریح کی جاسکتی ہے کہ جس کی وجہ سے ہمیں ویسے ہی سبعہ اَحرف، جو اللہ رب العزت کا اُمت محمدیہ پر بہت بڑا اِحسان اور عنایت ہیں، سے ہی ہاتھ دھونا پڑیں، اور نعوذ باللہ صحابہ کے ذمہ ہم ایسی بات ڈالیں جو ان کے بارے میں سوچنا ہی مشکل ہے کہ اُنہوں نے سبعہ اَحرف کو ویسے ہی ختم کر دیا تھا۔ اور امام ابوعبید رحمہ اللہ وغیرہ کے قول کے موافق سبعہ اَحرف کا مفہوم بھی حل ہوجاتا ہے اور کسی غیر منطقی تاویل کا سہارا بھی نہیں لینا پڑتا۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ مذکورہ جمیع تشریحات، اَقوال اور اختلافات کا نفسِ قراءات پر بھی کوئی اثر پڑتا ہے تو یقیناً اس کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ مذکورہ جمیع علماء اور ان کے علاوہ اہل السنۃ والجماعۃ کے دیگر علماء اس بات پر متفق ہیں کہ موجودہ قراءاتِ عشرہ جو تواتر کے ساتھ ہماری طرف منقول ہیں، تمام کی تمام ثابت ہیں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے اور جو شخص ان کے اِنکار کا مرتکب ہوگا وہ اِنکارِ قرآن کا مرتکب ہے اور دائرہ اِسلام سے خارج ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ